درس حدیث

محمد اظہر مدنی

سنن ونوافل کے اہتمام کا عظیم انعام

''عن ام حبيبة رملة بنت ابى سفيان رضى الله عنها قالت : سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول : "ما من عبد مسلم يصلى لله تعالىٰ فى كل يوم ثنتى عشرة ركعة تطوعا غير فريضة الا بنى الله تعالى له بيتا فى الجنة، او "الا بنى له بيت فى الجنة''(رواہ مسلم:۱۰۹۷)

ترجمہ: ام حبیبہ رملہ بنت ابی سفیان رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کوفرماتے ہوئے سنا: جو بندہ مسلم ہر دن اللہ تعالیٰ کے لیے فرض نمازوں کے علاوہ بارہ رکعات نفل نماز ادا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کرے گا، یا یہ کہ اس کے لیے جنت میں ایک گھر تعمیر کردیا جاتا ہے۔

تشریح: نماز اپنے آپ میں ایک مہتم بالشان عبادت ہے۔فرض نمازیں ایک مومن کی زندگی میں کتنی زیادہ اہمیت رکھتی ہیں اس کا اندازہ اس سے لگایا جاسکتا ہے کہ احادیث میں ایمان اور کفر کے درمیان نماز کو حد فاصل قرار دیا گیا ہے۔اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ فرض نمازوں کے بغیر ایمان کا تصور محال ہے۔اوپر جو حدیث نبوی نقل کی گئی ہے اس سے ایک مومن کی زندگی میں سنن ونوافل کے دائرے میں آنے والی نمازوں کا اندازہ ہوتا ہے۔اللہ کے رسول ﷺ نے اس حدیث میں اپنی امت کو یہ خبر دی ہے کہ دن بھر میں بارہ رکعات سنن ونوافل کا اہتمام کرنے والے بندۂ مومن کے لیے ایک عظیم انعام ہے۔اور یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت میں ایک خصوصی گھر تعمیر کردے گا اور اس کے ذریعہ نوافل کا اہتمام کرنے والے مومن بندہ کا خصوصی اعزاز واکرام کیا جائیگا۔ جنت کا حصول ہر مومن کی سب سے بڑی آرزو وتمنا ہوتی ہے۔اس کے لیے اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی زبانی کئی طرح کے نیک اعمال کی طرف رہنمائی کی ہے کہ مومن بندے اگر رب کی بنائی ہوئی جنت کو پانا چاہتے ہیں تو وہ ان نیک اعمال کو حرز جاں بنائیں۔اور رب کی تعمیر کردہ جنت میں داخلہ کے مستحق بن جائیں۔ان نیک اعمال میں دن بھر میں بارہ رکعات سنتوں کا اہتمام بھی ہے۔اس کی وجہ سے بندہ مومن نہ صرف جنت کا مستحق بن جاتا ہے بلکہ اس کے لیے جنت میں رب کے حکم سے ایک خصوصی گھر تعمیر کردیا جاتا ہے۔جس میں وہ سکونت پذیر ہوگا اور جنت کی دیگر اعلیٰ نعمتوں سے بھی لطف اندوز ہوگا۔جس طرح دنیا میں کسی اہم چیز کو پانے کے لیے یا کسی اہم مقام پر پہنچنے کے لیے محنت وجانفشانی کی ضرورت ہوتی ہے، اسی طرح آخرت کی نعمتوں سے شادکام ہونے کے لیے بھی محنت ومشقت اور نیک اعمال کی طرف توجہ ودلچسپی درکار ہوتی ہے۔اس کے بغیر نہ تو کسی کو دنیا حاصل ہوتی ہے اور نہ آخرت کی کامیابی وکامرانی ممکن ہے۔ہم بسا اوقات فرض نمازوں کی پابندی تو کر لیتے ہیں لیکن سنن ونوافل کی طرف سے غفلت ولاپرواہی دیکھنے کو ملتی ہے۔ایک صاحب ایمان کو ایسی سستی ولاپرواہی زیب نہیں دیتی ہے، جب ہمارا مقصد تخلیق ہی رب کی عبادت ہے تو شیطان کے بہکاوے میں آخر کیوں؟ اور اپنے نفس کی خواہشات میں گرفتار کیوں؟ نیز اپنے نامہ اعمال میں زیادہ سے زیادہ نیکیاں جمع کرنے میں سستی وکاہلی کا مظاہرہ کرنے لگ جاتے ہیں۔اور دنیاداری میں مصروف ہونے کی وجہ سے کیوں ہمارے سنن ونوافل میں کمی آجاتی ہے۔بہرحال رب کی رضا وخوشنودی کے متلاشی ایک بندہ مومن کے لیے اسے نیک فال نہیں کہا جاسکتا کہ وہ خیر کے کاموں میں سبقت کرنے میں پیچھے رہ جائے اور سنن ونوافل کے اہتمام میں غفلت برتتے ہوئے اس کی فرض نمازیں بھی ضائع ہونے لگیں۔

بندہ مومن کو رب کی رضا کے کاموں میں ہر دم نشیط رہنے کی ضرورت ہوتی ہے تا کہ کہیں غفلت کی نیند سلا کر شیطان ملعون اس کا کھیل نہ بگاڑ دے۔شیطان ہی ازلی دشمن ہے۔رب نے ایک حکمت کے تحت اسے انسانوں کے پیچھے لگا دیا ہے تا کہ اچھے برے، صالح وطالح، خوب وناخوب اور کامیاب اور ضائع ہونے والوں کی پہچان ہوجائے۔پھر ہر شخص کو اس کی کارکردگی اور محنت کے بقدر انعام واکرام سے نوازا جائے۔اس ازلی دشمن سے ہماری پہچان بھی اسی لیے کرادی گئی ہے تا کہ ہر وقت ہم اس کے شر ورفتن، وسوسے اور بہکاوے سے چوکنا رہیں اور جب بھی کوئی غلط خیال یا عبادات ومعاملات میں کمی وکوتاہی کا احساس ہو تو اسے شیطان کی کارستانی سمجھ کر فوراً اس ناپسندیدہ حالت وکیفیت سے باہر نکلنے کی کوشش کریں اور عبادات کی انجام دہی اور خیر کے کاموں میں اپنی مناسب حصہ داری کے لیے رب سے مدد واستعانت طلب کرتے رہیں۔وہی ہمیں توفیق دینے والا، ہر شر وسازش سے بچانے والا اور ہر چیز پر قادر ہے۔

مذکورہ بالا حدیث کے علاوہ ایک دوسری حدیث میں دن ورات کی ان ۱۲ر رکعات کی تفصیل بھی آئی ہے جو سنن رواتب کہلاتی ہیں۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان کا حد درجہ اہتمام فرماتے تھے۔یہ ظہر کی نماز سے پہلے کی چار رکعات سنت ہیں۔حضرت سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول: نبی کریم ﷺ ظہر کی فرض نماز سے پہلے کی ان چار رکعات سنت کو کبھی ترک نہیں کرتے تھے۔کبھی آپ ﷺ ظہر کی فرض نماز سے پہلے دو رکعت سنت پر ہی اکتفا فرماتے تھے۔جیسا کہ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک روایت سے معلوم ہوتا ہے، لیکن حضرت عائشہ اور حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہما کی حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ عام طور پر ظہر کی فرض نماز سے پہلے چار رکعات اور بعد میں دو رکعات، مغرب کی فرض نماز کے بعد دو رکعات، عشاء کی فرض نماز کے بعد دو رکعات اور فجر کی فرض نماز سے قبل دو رکعات سنتوں کا اہتمام کرتے تھے، انہیں کسی بھی حال میں ترک نہیں کرتے تھے۔اسی وجہ سے انہیں سنن رواتب یعنی سنت مؤکدہ کہا جاتا ہے۔رب العالمین سے دعا ہے کہ ہم تمام لوگوں کو اس عظیم الشان سنن ونوافل کے اہتمام کرنے اور اس کی بدولت رب کی عظیم انعام واکرام کا مستحق بننے کی توفیق ارزانی عطا فرمائے۔آمین۔ **وصلى الله على نبينا محمد و سلم تسليما كثيرا** ☆☆

مدیر مسئول

اصغرعلی امام مہدی سلفی

مدیر

عبدالقدوس اطہرنقوی

نائب مدیر: مولاناخورشیدعالم مدنی مدیراعزازی: مولانارضاءاللہ عبدالکریم مدنی

مجلس ادارت

مولانامحفوظ الرحمٰن فیضی مولاناشہاب الدین مدنی ڈاکٹرسعیداحمدمدنی
مولانااسعداعظمی مولاناطہٰ سعیدخالدمدنی مولاناانصارزبیرمحمدی

اس شمارے میں

درس حدیث	۲
اداریہ	۳
نمازایک دینی فریضہ	۵
امت محمدیہ-علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے خصائص	۷
گناہ انسانی جسم پرکیااثرات مرتب کرتاہے؟	۱۳
شان قرآن	۱۶
مملکت سعودی عرب-ایک عظیم مثالی اسٹیٹ	۱۹
تقدیرپرایمان	۲۱
اولاد:اللہ کی عظیم نعمت	۲۳
امت محمدیہ پرنبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق	۲۵
اسلام میں قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک	۲۷
میت کودفن کرنے کے بعدکی دعا	۲۸
طب وصحت	۲۹
مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز	۳۰
اعلان داخلہ المعھدالعالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیه	۳۱
اشتہارکلینڈر۲۰۲۱ء	۳۲

مضمون نگارکی رائے سے ادارہ کامتفق ہوناضروری نہیں ہے

بدل اشتراک

سالانہ ۱۵۰/روپے
فی شمارہ ۷/روپے
پاکستان ۵۰۰/روپے

بلادعربیہ ودیگرممالک سے ۳۵ڈالریااس کے مساوی

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اہل حدیث منزل ۴۱۱۶،اردوبازار،جامع مسجد،دہلی۔۱۱۰۰۰۶
www.ahlehadees.org ویب سائٹ
ترجمان ای میل jaridahtarjuman@gmail.com
جمعیت ای میل jamiatahlehadeeshind@hotmail.com

اداریہ

اصغرعلی امام مہدی سلفی

مارابھی تواخلاق کی تلوارسے مارا

چشم فلک نے کبھی کسی ذات کاایسا پاس ولحاظ اورادب، اکرام اوراحترام کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہوگا اور نہ بوڑھے وقدیم ارض وسماء نے ایسی تعظیم وتوصیف کسی کی کرتے ہوئے مشاہدہ ومعائنہ کیا ہوگا جوانسانوں نے بلاتفریق مذہب وملت، دوست ودشمن اور اپنے وپرائے حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ہوتے ہوئے دیکھا۔صلح حدیبیہ کے موقع پرعروہ بن مسعود ثقفی رضی اللہ عنہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کے اصحاب رضوان اللہ علیہم اجمعین کوحسن سلوک کرتے ہوئے دیکھ کر اس قدر متاثر ہوئے کہ اپنے حلقہ میں جاکر یوں گویا ہوئے ”اے میری قوم! میں بادشاہوں کسریٰ، ہرقل اورنجاشی کے درباروں میں گیاہوں، لیکن میں نے کسی بادشاہ کو نہیں دیکھا کہ اس کی رعایا اس کی اتنی مطیع وفرماں بردار ہوجتنی اطاعت گزاری محمد کی اس کے ساتھی کرتے ہیں۔اللہ کی قسم! وہ اسے نظر بھر کرنہیں دیکھتے اور نہ اس کے سامنے آواز بلند کرتے ہیں، ان کے لیے صرف ایک اشارہ ہی کافی ہے جس پر وہ اس کی تعمیل کرتے ہیں، وہ جب تھوکتا ہے تواس کا تھوک ان میں سے کسی کے ہاتھ ہی میں جاکرگرتا ہے جسے وہ اپنے بدن پرمل لیتا ہے، وہ جب وضوکرتا ہے تواس کے وضو کے پانی کے لیے وہ بھیڑلگادیتے ہیں اوراسے پاکراپنے آپ کوکامیاب سمجھتے ہیں“۔

آپ جانتے ہو یانہیں، کیا پتہ! مگرساری دنیا بلکہ پوری کائنات اس کے فیوض وبرکات اوررحمات وہدایات سے فیضیاب ہورہی ہے اوراس کی منت کش بھی ہے۔کیوں کہ وہ رحمۃ للعالمین بناکرمبعوث کیا گیا ہے۔اس کی رحمت کی گواہی چرندوپرند دے رہے ہیں۔ بلکہ درندے ووحوش بھی آج کی اس پولوشن اورکثافت بھری دنیا میں اس کی رحمت کی اورزیادہ گن گان کررہے ہیں۔آب وہوابھی اس کی تعلیمات رحمت سے محروم ہونے کی وجہ سے ابرآلوداورمسموم ہوکروبال جان بن رہی ہے۔اس مشینی دورمیں قلوب واذھان حواس باختگی اورویرانے پن کا شکار ہوکرخشک ہواچاہتے ہیں اورسکون ومحبت، اپنائیت اورلطف وکرم سے محروم دنیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انسانیت نواز، رحمت آمیزاورکیف آورتعلیمات کی پیاسی ہے۔اگرکل لوگ آپ کے حسن اخلاق، عمدہ کرداراورستودہ صفات کے گرویدہ اورغلام بے زرخریداوراسیرمحبت وپیار تھے توآج کی دنیا بھی آپ کودنیا کاسب سے بڑاہیرو، سب سے بڑاانسان اور سب سے بڑاباکردارانسان مانتی ہے۔جوں جوں دنیا کی عمرڈھلتی جائے گی اوردنیا آگے کی طرف بڑھتی جائے گی اس کے عروج وزوال کی کہانیاں بھی دن بدن بڑھتی جائیں گی اورترقی کے ہرزینے کے ساتھ ساتھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت بڑھتی چلی جائے گی۔دنیاجب ترقی اورعروج کے اوج ثریاپرہوگی توآپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتوں اوررفعتوں کی اونچائی وپنہائی اس کی پیمائش وپیمانہ سے کہیں بڑی واونچی نظر آئے گی۔اوراگروہ ذلت وپستی، درماندگی وبیچارگی اورزوال وانحطاط کے مکان سحیق،

غارعمیق اور قعر مذلت وذمیم میں جا گری تو اس کو آپ ﷺ کی تعلیمات کی قدر ومنزلت ،اور اس بیش بہا دولت کی اہمیت وافادیت دکھائی دے گی اور وہ تلافی مافات کے لیے آرزو مندی اور تڑپ کے ساتھ اس سے محرومی پر چار چار آنسو بہائے گی اور پچھتائے گی۔کل جس طرح عقبہ بن ابی معیط اور امیہ بن خلف جیسے فراعنہ وقت ''وَیَوْمَ یَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰی یَدَیْہِ یَقُوْلُ یٰلَیْتَنِی اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِیْلاً.یٰوَیْلَتٰی لَیْتَنِیْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِیْلاً .لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّکْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَ نِیِ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلا . '' (الفرقان:۲۷-۲۹)''اور اس دن ظالم شخص اپنے ہاتھوں کو چبا چبا کر کہے گا ہائے کاش کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ اختیار کی ہوتی۔ ہائے افسوس کاش کہ میں نے فلاں کو دوست بنایا ہوا نہ ہوتا،اس نے تو مجھے اس کے بعد گمراہ کردیا کہ نصیحت میرے پاس آ پہنچی تھی اور شیطان تو انسان کو (وقت پر) دغا دینے والا ہے۔'' کہتے ہوئے ہائے وائے کرتے رہے تھے آج کی دنیا بھی اس سے کم آہ وتباہ سے بچ نہیں پائے گی۔فرق یہ ہے کہ کل حق ظاہر ہونے کے بعد یا غلط فہمی کی وجہ سے لوگوں نے یہ ظلم ڈھایا تھا اور آج ہم مسلمانوں کو دیکھ کر دنیا نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو نشانہ بنایا ہے۔کل ان کو دیکھ کر جس طرح ہر ظالم اپنے ظلم سے تائب وپشیمان ہوا پھرتا تھا آج وہ ہمیں دیکھ کر ہمارے درپۂ آزار ہے اور ہمارے مقدسات، ہمارے محترم حضرات اور بزرگ ہستیوں حتی کہ سید ولد آدم رحمۃ للعالمین اور محسن انسانیت صلی اللہ علیہ وسلم پر کیچڑ اچھال کر ہمارے دلوں کو چھلنی کررہا ہے، ہماری غیرت ایمانی کو للکار رہا ہے اور ہم ہیں کہ اپنی غفلت، بھول اور سفاہت سے تائب ہونے کے لیے تیار نہیں۔ہم نے اپنے دین، اپنے نبی، اپنی کتاب اور اپنے عظیم ورثے کی قدر ہی نہ جانی اور نہ ہی ''اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً'' (البقرہ:۲۰۸) کا مصداق کبھی اپنے آپ کو بنانے کی کوشش کی۔نتیجہ سامنے ہے کہ ہماری کوئی سننے اور ماننے والا نہیں بلکہ دنیا ہمیں کو ہمارے دین کے خلاف منانے اور ورغلانے پر لگی ہوئی ہے۔آج بعض بدبختگان عالم کو دیکھ کر اور ان کی ہرزہ سرائی کو سن کر ہمیں اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے تئیں قدرے غیرت آئی ہے۔مگر وہ اس قدر ناقص ہے کہ ایسی غیرت ہزار لائق ستائش ٹھہرے مگر معیار پر پوری اترتی نظر نہیں آتی۔معیاری غیرت اور حقیقی حمیت تو اس وقت مانی جاتی کہ اس نبی مکرم کی تکریم وتعظیم میں بھی اُسی قدر سرشار ہوتے اور ان کے ایک ایک اسوہ کو اپنا کر اور ان کا ذکر چہار دانگ عالم میں پھیلا کر اس ترستی اور مادیت ومنحوسیت اور بے غیرتی کی ماری ہوئی انسانیت کو اپنا اور اپنے نبی کا ممنون کرم کر کے آپ ﷺ کے قدموں تلے لا کھڑا کردیتے جیسا کہ آپ کی زندگی میں ظلم وستم سہنے کے بعد ''یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا'' (النصر:۲) کی کیفیت طاری ہوئی تھی۔اس امت کے فرعون ابوجہل کے فرزند عکرمہ نے باپ کے مشن کو جاری رکھ کر پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کو نقصان پہنچانے کی ہر ممکن کوشش کی تھی اور اس نے آپ کی کسی فرانسیسی کارٹونسٹ اور اس کے حاکم سے کہیں زیادہ دل آزاری کی تھی اور ہلاکت وبربادی کا سامان کیا تھا، بلکہ اس کی سونتی ہوئی تلواریں اور برہنہ اسلحے ہر وقت ان کے ماننے والوں پر تنے رہتے تھے۔مگر کیا ہوا کہ وہ سب پروانہ وار، ممنونیت، فدائیت، لجاجت اور ندامت سے سر جھکائے حاضر ہونے لگے تھے اور اپنی دشمنی وعداوت اور نفرت کو بھول کر اب یہ آرزو وتمنا کرنے پر مجبور ہوئے تھے کہ اگر میں نجات پا گیا تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کے غلاموں میں نام لکھوالوں گا، ابوجہل اور اس کے خاندان کا کبر ونخوت آڑے نہیں آئے گا اور یقیناً میں آپ کو ضرور رحم کرنے والا اور معاف کردینے والا پاؤں گا اور ٹھیک فرعون امت کے بیٹے اور سرغنۂ کفر کے لیے آپ ایسے ہی رحمت ثابت ہوئے۔حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال بھی کچھ اسی طرح کا تھا،ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ بھی جانی دشمن تھے۔آج فرانسیسی مصنوعات کے بائیکاٹ کا منصوبہ بنایا جارہا ہے۔ وہ ثمامہ بن اُثال رضی اللہ عنہ جس نے مسلمانوں کو بھوکوں ماردینے کی پلاننگ بڑے دشمن سے مل کر کر رکھی تھی اور جو اس مشن پر رواں دواں تھے۔صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ذریعہ قیدی بنائے جانے کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند دنوں کے بعد اس ظالم کو آزاد کردیا مگر وہ ہمیشہ کے لیے غلام بے دام بن گیا اور دوسروں کے خلاف بائیکاٹ شروع کردیا۔آپ کا اتنا گرویدہ ہوگیا کہ اس کی محبت والفت کا اندازہ کرنا مشکل تھا۔آپ کے اخلاق کریمانہ کے جواب میں وہ آزاد کیا ہوتے ہیں کہ تھوڑی دیر بعد غسل سے فارغ ہو کر دائمی طور پر اسیر محبت ہوجاتے ہیں ،کلمہ حق ادا کرتے ہیں اور فرماتے ہیں۔اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم !روئے زمین پر آپ سے زیادہ ناپسندیدہ ومبغوض چہرہ میرے نزدیک کوئی اور نہ تھا اور اب آپ کے چہرہ انور سے زیادہ محبوب چہرہ بھی ہمارے لیے کوئی اور نہیں ہے۔آپ کے شہر سے زیادہ مبغوض شہر بھی ہماری نظر میں کوئی اور نہ تھا اب آپ کے شہر سے زیادہ محبوب کوئی اور شہر نہیں ہے۔ اور میرے نزدیک کوئی بھی دین آپ کے دین سے زیادہ مبغوض ومکروہ نہ تھا مگر اب آپ کے دین سے زیادہ کوئی اور دین مجھے محبوب نہیں ہے۔

یہ دشمنی کا کیسا طلسم تھا جو ٹوٹ گیا اور کیوں کر ٹوٹا ؟ وہ صرف اور صرف ان خطرناک وظالم، باغی اور مجرم حکمرانوں کے مقابلے کے لیے اخلاق محمدی کی وہ سنہری اور ضرب کاری لگانے والی وہ اخلاقی اور ایمانی تلواریں تھیں جنہیں اپنائے بغیر دنیا کے مقدسات، محترم حضرات اور خود سب سے زیادہ محترم ومکرم ہستی کی عزت وحیثیت محفوظ نہ رہ سکے گی۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں جس نے کہا سچ کہا ہے:

ظالم سے لیا ظلم کا بدلہ نہ کسی وقت
مارا بھی تو اخلاق کی تلوار سے مارا

مختصر یہ ہے کہ اول یوم ہی سے حق وباطل کی آویزش اور خیر وشر کی کشمکش جاری ہے اور جب تک حق زندہ رہے گا باطل اپنی سرکشی وہٹ دھرمی اور صداقت کی عداوت میں سرگرم رہے گا، گرچہ وہ بار بار سرنگوں ہوتا رہے اور شکست وریخت سے دوچار ہوتا رہے اور بالآخر وہ ذلت ورسوائی کے ساتھ ختم ہو کر رہے گا۔شرط یہ ہے کہ اہل حق خود حق پر قائم ودائم رہیں اور تواصی بالحق وتواصی بالصبر کے اسلحے سے آراستہ وپیراستہ ہو کر خیر کے اظہار اور شر کے خاتمے کے لیے سرگرم عمل رہیں۔

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

☆☆☆

نماز ایک دینی فریضہ

صلاح الدین بن عظیم اللہ

نماز اسلام کا دوسرا رکن ہے اور ہر بالغ مسلمان پر نماز فرض ہے، خواہ مرد ہوں یا عورت۔ اسلام کے پانچوں ارکان میں سب سے اہم رکن نماز ہی ہے۔ تارک صلوۃ کے لئے بے شمار وعیدیں آئی ہیں۔ رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بین الرجل وبین الشرک والکفر ترک الصلاۃ" (مسلم) "کسی آدمی کے ایمان اور کفرو شرک کے مابین حد فاصل ترک نماز ہے"۔ اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمان اور کافر کے درمیان صرف نماز ہی کا فرق ہے۔ نماز انسان کی زندگی میں پیش آنے والے مسائل کا حل اور علاج ہے۔ نماز انسان کے دل میں رقت پیدا کرتی ہے اور قساوت دور کرتی ہے۔ نماز سکون واطمینان عطا کرتی ہے اور خوشی ومسرت سے ہمکنار کرتی ہے۔ نماز انسانوں کے لئے اس کے خالق ومالک کی طرف سے بیش بہا تحفہ ہے۔ یہ مومن کی جائے پناہ وامن ہے۔ نماز انسانوں کے لئے آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔ نماز سستی وکاہلی کو دور کرکے چستی وتوانائی عطا کرتی ہے۔ نماز کو دین کا ستون قرار دیا گیا ہے۔ اس کو ڈھانے والا دین واسلام کو ڈھا رہا ہے اور اس کو باقی رکھنے والا دین واسلام کی بنیاد اور عمارت کو مضبوط ومستحکم بنا رہا ہے۔ نماز انسانوں کے گناہوں کو اس طرح مٹا دیتی ہے جس طرح خزاں کے موسم میں درختوں کے پتے ہواؤں کے جھونکوں سے جھڑتے ہیں۔ ایک بار رسول پاک ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے مخاطب ہو کر فرمایا اے ابو ہریرہؓ بھلا بتاؤ اگر کسی شخص کے دروازے کے سامنے ایک نہر بہہ رہی ہو اور وہ اس میں دن بھر میں پانچ مرتبہ غسل کرتا ہو تو کیا اس کے بدن پر کوئی میل کچیل باقی رہے گا۔ حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا ہرگز نہیں۔ تب آپ نے کہا کہ اسی طریقے سے جب کوئی شخص دن بھر میں پانچ مرتبہ نماز پڑھتا ہے تو اس کے اوپر کوئی گناہ باقی نہیں رہتا ہے۔ نماز میں آقا وغلام فقیر وغنی، گدا ومالدار سب برابر ہو جاتے ہیں۔ نماز میں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں حاصل ہوتی۔

ایک ہی صف میں کھڑے ہوگئے محمود و ایاز
نہ کوئی بندہ رہا نہ کوئی بندہ نواز

قرآن وحدیث میں نماز کی بڑی اہمیت وفضیلت آئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: قَدْ اَفْلَحَ الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ هُمْ فِیْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ (المومنون:۱-۲) "وہ مومن کامیاب ہیں جو اپنی نمازوں کو خشوع وخضوع سے ادا کرتے ہیں"۔

لیکن جو لوگ نماز سے کتراتے ہیں اور اس کی ادائیگی میں سستی اور غفلت برتتے ہیں۔ وہ دنیا میں بھی خسارہ پانے والے ہیں اور آخرت میں بھی ذلیل وخوار ہوں گے۔ اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ نماز بہت ہی خشوع وخضوع سے پڑھنی چاہیے۔ لیکن جو لوگ دکھانے کے لئے نماز پڑھتے ہیں تاکہ لوگ ان کو نمازی کہیں تو ایسے لوگوں کی نماز ہرگز قبول نہیں ہوگی بلکہ الٹے ان کے منہ پر ماردی جائے گی۔ آج کل بہت سے ایسے لوگ ہیں جو صرف دکھاوے کے لئے نماز پڑھتے ہیں۔ جب تہجد کی نماز رات کی تنہائی میں پڑھتے ہیں تو کچھ لوگ صبح کسی نہ کسی سے ضرور بیان کریں گے کہ آج میں رات میں سو گیا اور تہجد کی نماز تاخیر سے پڑھی۔ یہ صرف اس لئے بیان کرتے ہیں کہ لوگ ان کو تہجد گذار کہیں۔ آج کم ہی لوگ ایسے ہوں گے جو خشوع وخضوع کے ساتھ نماز پڑھتے ہیں۔ آج مسلمان نماز سے کوسوں دور ہیں۔ اذان ہو جاتی ہے اور نماز شروع رہتی ہے، ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کو خدا کے یہاں جانا ہی نہیں ہے اور نہ ان سے نماز کے بارے میں سوال ہوگا۔ مسلمانو یہ یاد رکھو کہ سب سے پہلے خدا کے یہاں نماز ہی کے بارے میں پوچھ تاچھ ہوگی۔ بہت سے لوگوں کو میں نے دیکھا ہے کہ جیسے نماز پڑھ کر مسجد سے باہر نکلیں گے دوسروں کی غیبت وبرائی کرنے میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ آج کے مسلمانوں کا حال یہ ہے کہ جب کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاتے ہیں تو نمازیوں سے مسجدیں آباد ہونے لگتی ہیں اور جیسے ہی مصیبت سے چھٹکارا ملا فوراً نماز کو بالائے طاق رکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ قرآن اس کا سخت مخالف ہے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِكُمْ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:۱۰۳) اور جب تم نماز پڑھ چکو تو اللہ کو یاد کرو، کھڑے ہو کر بیٹھ کر اور لیٹ کر کے، پھر جب خوف جاتا رہے تو نماز کو درست کرو بے شک نماز مؤمنوں پر فرض ہے اپنے مقررہ وقتوں میں۔

نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے روکتی ہے۔ "اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ" بے شک نماز بے حیائیوں اور برائیوں سے روکتی ہے۔

آج بہت سے لوگ کہتے ہیں کہ نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے کیسے روکتی ہے؟۔ تو وہ لوگ ملاحظہ فرمائیں کہ نماز کا برائیوں اور بے حیائیوں سے روکنا دو معنوں میں ہو سکتا ہے۔ ایک بطریق تسبب یعنی نماز میں اللہ نے یہ خاصیت اور تاثیر رکھی ہے کہ وہ نمازی کو گناہوں اور برائیوں سے روک دے۔ جیسے کہ دوا کا استعمال امراض کو روک دیتا ہے اسی صورت میں یاد رکھنا چاہیے کہ دوا کے لئے ضروری نہیں کہ اس کی ایک ہی خوراک بیماری کو روکنے کے لئے کافی ہو جائے۔ بعض دوائیں خاص مقدار میں ایک مدت تک التزام کے ساتھ استعمال کی جاتی ہیں۔ اسی وقت اس کا اثر نمایاں ہوتا ہے بشرطیکہ مریض کسی ایسی چیز کا استعمال نہ کرے جو اس دوا کی خاصیت کے منافی ہو۔ نماز بھی بلاشبہ قوی التاثیر دوا ہے جو روحانی بیماریوں کو روکنے میں اکسیر کا حکم رکھتی ہے۔ ہاں ضرورت اس بات کی ہے کہ صحیح مقدار میں اس احتیاط کے ساتھ جو اطباء نے تجویز کی ہو خاص مدت تک اس پر مواظبت کی جائے۔ اس کے بعد مریض خود محسوس

کرے گا کہ نماز کس طرح اس کی پرانی بیماریوں اور برسوں کے روگ کو دور کرتی ہے۔

دوسرے معنی یہ ہوسکتے ہیں کہ نماز کا برائیوں سے روکنا بطور اقتضاء ہو۔یعنی نماز کی ہرایک ہیئت اوراس کا ہرایک ذکر مقتضی ہو کہ جو بھی انسان ابھی بارگاہ الٰہی میں اپنی بندگی وفرمانبرداری،خضوع وتذلل اور حق تعالیٰ کی ربوبیت والوہیت کا اظہار واقرار کرکے آیا ہے مسجد سے باہر آکر کبھی بدعہدی اور شرارت نہ کرے اوراس قادر مطلق کے احکام سے منحرف نہ ہو۔گویا نماز کی ہرایک ادا مصلی کو پانچ وقت حکم دیتی ہے کہ بندگی وغلامی کا دعویٰ کرنے والے واقعی بندوں اور غلاموں کی طرح ہیں اوروہ بہ زبان حال مطالبہ کرتی ہے کہ بے حیائی اور شرارت وسرکشی سے باز آئے۔اب کوئی آئے یا نہ آئے مگر نماز بلاشبہ اسے برائیوں اور بے حیائیوں سے روکتی ہے اور منع کرتی ہے۔جس سے اللہ تعالیٰ خود روکتا اور منع کرتا ہے۔

پس جو اللہ کے روکنے اور منع کرنے پر بھی برائی سے نہیں رکتے تو نماز کے روکنے اور منع کرنے پر بھی ان کا نہ رکنا محل تعجب نہیں۔ہاں یہ واضح رہے کہ ہر نماز کا روکنا اور منع کرنا اس درجہ تک ہوگا جہاں تک اس کے ادا کرنے میں خدا کی یاد سے غفلت نہ ہو۔ کیونکہ نماز محض چند مرتبہ اٹھنے اور بیٹھنے کا نام نہیں ہے۔سب سے بڑی چیز اس میں خدا کی یاد ہے۔نمازی ارکان صلوۃ ادا کرنے اور قرأت قرآن یا دعا وتسبیح کی حالت میں جتنا حق تعالیٰ کی عظمت وجلال کو متحضر رکھے گا اتنا ہی اس کا دل نماز کے برائیوں سے منع کرنے کی آواز کو سنے گا اسی قدر اس کی نماز برائیوں اور بے حیائیوں کو چھڑانے میں مؤثر ثابت ہوگی۔ورنہ جو نماز غفلت کے ساتھ ادا ہو وہ نماز منافق کے مشابہ ٹھہرے گی۔لیکن آج کا انسان یہ کہہ سکتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں بہت سے لوگوں کو ہم نے دیکھا ہے وہ پکے نمازی ہیں لیکن نہ ہمیں سکون میسر ہے نہ ہمارے دل ودماغ کی خلش وبے چینی کم ہوتی ہے بلکہ برائیوں میں اوراضافہ ہوتا ہے۔ایک آدمی نماز بھی پڑھتا ہے ظلماً دوسروں کی زمین ہڑپ بھی لیتا ہے، نماز بھی پڑھتا ہے جھوٹ عیاری ومکاری میں پیش پیش رہتا ہے۔ یہ سب باتیں اپنی جگہ لیکن قرآن کا فرمان اپنی جگہ پر بالکل درست ہے۔سورج کی روشنی سے انکار کیا جاسکتا ہے، چاند کی تابانی کے بارے میں شک کیا جاسکتا ہے، مشاہدہ کو جھٹلایا جاسکتا ہے لیکن قرآن کے کسی ایک حرف پر شک کرنا کفر ہے۔اللہ نے سچ فرمایا ہے کہ نماز برائیوں اور بے حیائیوں سے روکتی ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ ہم نماز بھی پڑھتے ہیں لیکن برائیوں کا خاتمہ نہیں ہوتا ہے۔اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ غلطی کہاں سے ہے؟ یقیناً غلطی ہماری ہی ہے۔ہم نماز تو ضرور پڑھتے ہیں لیکن دل بال بچوں، دنیاوی معاملات، تفریح یا تجارت وکاروبار میں لگا رہتا ہے تو ہماری نمازیں کہاں ہوئیں، نماز میں اگر ایک مچھر بھی کاٹ لیتا ہے تو ہم بے چین ہوجاتے ہیں، فوراً ہاتھ چلانے لگتے ہیں۔ آیئے ہم تاریخ کے اوراق الٹیں، کیا ہم رسول اللہ اور صحابہ کرام کی طرح نماز پڑھتے ہیں؟؟؟

☆☆☆

حیدرآباد وسکندرآباد کے
سیلاب متاثرین کے لیے دعا وراحت رسانی کی اپیل

تلنگانہ وآندھرا پردیش کے اضلاع خصوصاً تاریخی شہر حیدرآباد وسکندرآباد میں حالیہ چند دنوں سے جاری موسلا دھار بارش کی وجہ سے معمولات زندگی پوری طرح درہم برہم ہوگئے ہیں۔جان ومال، مویشی، دیگر املاک اور زراعت کا شدید نقصان ہوا ہے۔مکان ودکان تباہ وبرباد ہوگئے ہیں۔بہت سے لوگ خانما برباد کھلے آسمان تلے اونچے مقامات پر پناہ گزیں ہیں اور اشیاء خوردونوش اور دیگر بنیادی ضروریات زندگی کے لیے محتاج ہوگئے ہیں اور اہل خیر حضرات کی دعا وامداد کے منتظر ہیں۔

ایسے ناگفتہ بہ حالات میں تمام اہل خیر حضرات سے دردمندانہ اپیل ہے کہ مصیبت کی اس گھڑی میں اپنے سیلاب متاثرین بھائیوں کے لیے دعا کریں اور ان کی بھرپور امداد اور راحت رسانی کا سامان کرکے انسان دوستی کا ثبوت فراہم کریں اور عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں۔صوبائی جمعیت اہل حدیث تلنگانہ اور شہری جمعیت اہل حدیث حیدرآباد وسکندرآباد اول دن سے سیلاب متاثرین کے بچاؤ، امداد اور راحت رسانی میں لگی ہوئی ہیں اور مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند بھی اس سلسلے میں امکانی حد تک امداد وراحت رسانی کے لیے کوشاں ہے اور تمام متاثرین کے دکھ درد میں شریک ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کا حامی وناصر ہو اور اس آفت سے جلد از جلد نجات دے۔آمین

اپیل کنندگان : جملہ ذمہ داران واراکین مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c 629201058685 (ICICI Bank)

IFSC Code:ICIC0006292 Branch:Chandni Chowk, Delhi-110006

تحریر: عبدالمحسن محمد قاسم امام حرم نبوی

امت محمدیہ۔علی صاحبہا الصلاۃ والسلام کے خصائص

ترجمانی: مطیع اللہ حقیق اللہ مدنی

حمد وصلاۃ کے بعد معلوم ہو کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا۔ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی۔چنانچہ آدمؑ ابوالبشر کو اپنے ہاتھ سے پیدا کیا اور ان کی تکریم کی خاطر فرشتوں سے ان کا سجدہ کرایا۔پھر آدمؑ اور ان کی زوجہ حوا کو زمین پر اتار دیا بعدہ ان کی ذریت روئے زمین پھیلتی گئی۔اور زمانہ گذرتا رہا۔اللہ تعالیٰ نے ان کو زمین میں گروہ در گروہ بنادیا جس میں بعض کو بعض پر برتری عطا فرمائی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ (الانعام:۱۶۵) ''اور وہ ایسا ہے جس نے تم کو زمین میں خلیفہ بنایا اور ایک کا دوسرے پر رتبہ بڑھایا۔''

دنیا کے اندر انبیاء ورسول کی قوموں اور امتوں میں امت محمد ﷺ کو سب پر خصوصی برتری اور خصوصی کرامت عطا کی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: هُوَ اجْتَبٰىكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِی الدِّیْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِیْكُمْ اِبْرٰهِیْمَ هُوَ سَمّٰىكُمُ الْمُسْلِمِیْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِیْ هٰذَا لِیَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِیْدًا عَلَیْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰىكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (الحج ۷۸)

ترجمہ: ''اس نے تمہیں برگزیدہ بنایا اور تم پر دین کے بارے میں کوئی تنگی نہیں ڈالی۔دین تمہارے باپ ابراہیم کا (قائم رکھو) اسی اللہ نے تمہارا نام مسلمان رکھا ہے۔اس قرآن سے پہلے اور اس میں بھی تاکہ پیغمبر تم پر گواہ ہوجائے اور تم تمام لوگوں پر گواہ بن جاؤ پس تمہیں چاہیے کہ نمازیں قائم رکھو اور زکوۃ ادا کرتے رہو اور اللہ کو مضبوط تھام لو، وہی تمہارا ولی اور مالک ہے۔پس کیا ہی اچھا مالک ہے اور کتنا ہی بہتر مددگار ہے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تم سترہویں امت کا اتمام کرنے والی امت ہو۔اور ان تمام میں اللہ کے نزدیک سب سے افضل واکرم ہو۔(رواہ الترمذی)

قرآن کریم میں اللہ عزوجل نے اس امت کی مدح وثنا یوں بیان کی: لَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكُمْ كِتٰبًا فِیْهِ ذِكْرُكُمْ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (الانبیاء:۱۰) ''یقیناً ہم نے تمہاری جانب کتاب نازل فرمائی جس میں تمہارے لئے ذکر ہے کیا پھر بھی تم عقل نہیں رکھتے۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے ذکرکم کی تفسیر شرفکم سے کی ہے یعنی اس قرآن کریم میں تمہاری شرافت وبزرگی کا بیان ہے۔

امت محمدیہ کی بزرگی وکرامت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے سبب سے ہے۔

امت محمدیہ کو جملہ اقوام وامم پر فوقیت اور بہتر ہونے میں تقدم حاصل ہے اس لئے یہ امت دین وایمان کے اصول وقواعد پر عمل پیرا رہنے والی امت ہے۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَتُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ (آل عمران:۱۱۰)

ترجمہ: ''تم بہترین امت ہو جو لوگوں کے لئے پیدا کی گئی ہے کہ تم نیک باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو۔''

امام قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا: یہ اس امت کی مدح ومنقبت ہے جب تک کہ وہ اس اہم فریضے کو ادا کرتی رہے گی۔اور اس اہم وصف وخصلت سے آراستہ وپیراستہ رہے گی۔جب یہ امت امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ ترک کردے گی اور منکر پر متفق ہوجائے تو اس سے مدح کا تمغہ ''خیرامت''، زائل ہوجائے گا۔وہ لائق مذمت ہوجائے گی۔اور یہی اس کی ہلاکت کا سبب بن جائے گا۔

تمام ادیان منسوخ: اس امت کو اللہ تعالیٰ نے کامل دین عطا کیا دین کے کمال وفضل کی بیّن دلیل یہ ہے کہ اس امت خیر کے دین کے ذریعہ تمام ادیان کو منسوخ کردیا:

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ (آل عمران:۱۹)

ترجمہ: ''دین تو اللہ کے نزدیک اسلام ہی ہے۔'' اللہ تعالیٰ کسی بھی انسان سے اسلام کے سوا کوئی دین نہیں قبول کرے گا۔

جیسا کہ اللہ فرماتا ہے: وَمَنْ یَّبْتَغِ غَیْرَ الْاِسْلَامِ دِیْنًا فَلَنْ یُّقْبَلَ مِنْهُ وَهُوَ فِی الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ (آل عمران:۸۵)

ترجمہ: ''جو شخص اسلام کے سوا اور دین تلاش کرے اس کا دین قبول نہ کیا جائے گا اور وہ آخرت میں نقصان پانے والوں میں ہوگا۔''

اللہ تعالیٰ نے پوری مخلوق کو اسی اسلام کی اتباع کا حکم دیا: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے۔اس امت کا کوئی بھی یہودی ہو یا نصرانی میرے متعلق اگر سن پاتا ہے (یعنی میری بعثت کا علم ہوتا ہے) پھر اگر وہ مرجاتا ہے اور میری لائی ہوئی شریعت ودین پر ایمان نہیں لاتا ہے تو وہ جہنم میں جائے گا۔(رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے پیمان لیا ہے کہ اگر وہ ان میں مبعوث کئے گئے تو وہ ان کی اتباع کریں گے۔آپ ﷺ نے فرمایا: اگر موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو میری

اتباع کے علاوہ ان کے لئے کوئی گنجائش نہ ہوتی۔(رواہ احمد)

نبی ﷺ نے یہ خبر دی ہے کہ اسلام پوری دنیا میں پھیلے گا۔آپ کا ارشاد گرامی ہے: اللہ تعالیٰ نے میری زمین کو سمیٹ دیا میں نے اس کے مشارق ومغارب کا مشاہدہ کیا۔میری امت کی سلطنت وہاں تک پہنچے گی جہاں تک روئے زمین میرے لئے سمیٹ دی گئی تھی۔(رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ نے اسلام کو پوری روئے زمین میں پھیلانے کا وعدہ کیا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا یقیناً یہ معاملہ یعنی دین اسلام وہاں تک پہنچے گا جہاں تک روز وشب کی رسائی ہے یعنی پوری دنیا میں۔اور اللہ تعالیٰ کوئی کچا اور پختہ گھر نہیں چھوڑے گا مگر اس میں اسلام کو عزیز کی عزت کے ساتھ اور ذلیل کو ذلت کے ساتھ پہنچا کر ہی چھوڑے گا۔(رواہ احمد)

اللہ تعالیٰ نے اس امت سے اس کے دین کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے۔اور اس کے غلبہ واظہار کا بھی وعدہ کیا۔اللہ تعالیٰ کہتا ہے:هُوَ الَّذِىٓ اَرۡسَلَ رَسُوۡلَهٗ بِالۡهُدٰى وَدِيۡنِ الۡحَقِّ لِيُظۡهِرَهٗ عَلَى الدِّيۡنِ كُلِّهٖ وَلَوۡ كَرِهَ الۡمُشۡرِكُوۡنَ (الصف:۹)

ترجمہ:''وہی ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر بھیجا تا کہ اسے اور تمام مذاہب پر غالب کردے اگر چہ مشرکین ناخوش ہوں''

اس امت کو سب سے عظیم وکامل کتاب دی گئی ہے۔جو کتاب نور، ہدایت اور موعظت ہے۔وہ تمام سابقہ منزل من اللہ کتابوں پر مہیمن،ان کی محافظ اور سب کی امین ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:وَاَنۡزَلۡنَآ اِلَيۡكَ الۡكِتٰبَ بِالۡحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيۡنَ يَدَيۡهِ مِنَ الۡكِتٰبِ وَمُهَيۡمِنًا عَلَيۡهِ (المائدہ:٤٨)

ترجمہ:''اور ہم نے حق کے ساتھ یہ کتاب نازل فرمائی جو اپنے سے اگلی کتابوں کی تصدیق کرنے والی ہے اور ان کی محافظ ہے۔''

اللہ عزوجل نے اس کتاب کو تبدیلی وتحریف اور زیادتی وکمی سے محفوظ رکھا ہے: فرمان رب ہے:اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۹)

''بالیقین ہم نے ذکر کو اتارا اور بے شک ہم اس کی حفاظت کریں گے'' یہ واضح رہے کہ حفظ قرآن کریم میں اسناد وروایت کے ذریعہ سنت کی حفاظت بھی شامل ہے۔کیونکہ سنت بھی وحی غیر متلو ہے۔

امام ابوحاتم الرازیؒ فرماتے ہیں:

جب سے اللہ تعالیٰ نے آدم کو پیدا کیا کسی امت نے بھی اپنے نبی ﷺ کے آثار اور اپنے اسلاف کے انساب (واحوال) کی ایسی حفاظت نہیں کی جیسی حفاظت اس امت نے کی۔

نبی امت:اس امت کے نبی خاتم النبین محمد ﷺ ہیں جو تمام انبیاء میں افضل ہیں۔ آپ نے اپنے متعلق ارشاد فرمایا: انا سید ولد آدم یوم القیامۃ میں بروز قیامت اولاد آدم کا سردار ہوں گا۔(رواہ مسلم)

اسراء کی شب میں بیت المقدس میں انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

اللہ نے آپ کو جوامع الکلم عطا کیا۔آپ کی بعثت تمام انسانوں کے لئے تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:وَمَاۤ اَرۡسَلۡنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ بَشِيۡرًا وَّنَذِيۡرًا وَّلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَعۡلَمُوۡنَ (سبا:٢٨)

ترجمہ:''ہم نے آپ کو تمام لوگوں کے لئے خوش خبری سنانے والا اور دھمکا دینے والا بنا کر بھیجا ہے ہاں مگر (یہ صحیح ہے) کہ لوگوں کی اکثریت بے علم ہے۔''

آپ نبیوں کے خاتم ہیں: اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنۡ رِّجَالِكُمۡ وَلٰكِنۡ رَّسُوۡلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (الاحزاب:٤٠)

ترجمہ:''(لوگو!) تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ محمد (ﷺ) نہیں لیکن آپ اللہ کے رسول ہیں اور تمام نبیوں کے ختم کرنے والے اور اللہ ہر چیز کا (بخوبی) جاننے والا ہے۔''

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

اس امت کو ہر نوع کی خیر وبرکت میں سبقت کا شرف اس کے نبی محمد ﷺ کی ذات سے وابستہ ہے اس لئے کہ آپ اللہ کی ساری مخلوق میں افضل واشرف اور تمام رسولوں میں سب سے مکرم ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو عظیم کامل شریعت عطا کر کے مبعوث فرمایا ہے اس جیسی شریعت کسی نبی ورسول کو نہیں ملی۔

چنانچہ آپ کے منہاج وراہ پر قائم رہ کر تھوڑا عمل دوسروں کے طریق پر زیادہ عمل بھی اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا ہے۔آپ کے صحابہ رضی اللہ عنہم انبیاء علیہم السلام کے بعد روئے زمین پر سب سے افضل وبہتر انسان ہیں۔

آپ ﷺ نے فرمایا:خیر الناس قرنی...(رواہ البخاری)

اتباع النبی ﷺ: جس طرح اللہ نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی۔ایسے مردان کار کی بھی حفاظت فرمائی جنھوں نے تمام دنیا میں اور تمام زمانوں میں اس دین پر عمل پیرا ہو کر اس کی نشر وتبلیغ فرمائی۔

فرمان رسالت ہے: **لا تزال طائفة من امتي ظاهرين على الحق لا يضرهم من خذلهم حتى ياتي امر الله وهم كذلك** (رواہ مسلم)

اس کے علماء انبیاء کے وارث ہیں۔وہ ضلالت وگمراہی پر اتفاق نہیں کرسکتے ہیں، ہر صدی کے سرے پر اللہ تعالیٰ ایسوں کو مبعوث فرماتا ہے جو اس کے دین کی تجدید کرتے ہیں۔

حدیث کے الفاظ ہیں:**ان الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مئة سنة من يجددلها دينها** (رواہ ابوداؤد)

یہ امت محمدیہ تمام امتوں پر گواہ ہے کہ ان کے رسولوں نے ان کو ڈرا رکھا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا (البقرہ: ۱۴۳)

یہ امت محمدیہ تمام امتوں میں عدول وخیار صادقین ہیں۔

شریعت امت: امت محمدیہ کو اللہ تعالیٰ نے جو شریعت دی ہے وہ پوری اور مکمل ہے اور فطرت کے موافق ہے۔ اس کے جملہ احکام یسر وتیسیر پر مبنی ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يريد الله بكم العسر**

سابقہ امتوں پر ان کی شریعتوں میں تنگی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس امت محمدیہ پر اس کے امور دین وشرع میں آسانی والی وسعت عطا فرمائی ہے اور انھیں سہولت وآسانی دی ہے۔ اس امت پر اللہ کی آسانیوں میں سے یہ بات بھی ہے کہ پوری روئے زمین اس کے لیے مسجد اور طہارت کا باعث ہے چنانچہ جس بھی مسلمان کو جس جگہ نماز کا وقت مل جائے وہیں وہ (پانی نہ ملنے کی صورت میں) مٹی سے طہارت حاصل کر کے وہیں نماز ادا کرسکتا ہے۔ اس شریعت کاملہ مطہرہ میں اس امت کے لیے تیمّم اور مسح علی الخفین بطور تخفیف مشروع ہے۔

اس امت خیر کی عبادات سابقہ امتوں کی عبادتوں پر فوقیت وبرتری رکھتی ہیں: اس کی فریضہ صلوات کی تعداد پانچ ہے لیکن اجر وثواب میں پچاس ہیں۔ اس کی صفیں عنداللہ ملائکہ کی صفوں کی مانند ہیں اور صف بندی سیسہ پلائی ہوئی دیوار کی طرح کرتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: تمام لوگوں پر ہماری برتری تین چیزوں کی بدولت ہے: ہم امت محمدیہ کی صف فرشتوں کی صف کی مانند بتائی گئی ہے۔ پوری روئے زمین ہمارے لئے مسجد قرار دی گئی ہے۔ اور اس کی مٹی ہمارے لئے سامان طہارت بنادی گئی جب ہم پانی نہ پاسکیں۔ (رواہ مسلم)

کھانے پینے میں اللہ تعالیٰ نے بہت ساری پاکیزہ اشیاء کو امت محمدیہ کے لئے حلال ومباح کیا تاکہ وہ اس کے ذریعہ اس کی اطاعت پر مدد حاصل کریں۔

جو لوگ ہم سے قبل تھے وہ ظلم میں ملوث تھے تو اللہ تعالیٰ نے ان پر بطور سزا ان پاکیزہ اشیاء کو حرام کردیا جو ان کے لئے مباح تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان سے ان بوجھوں اور بیڑیوں کو کاٹ دیا جو ان سے قبل کی امتوں پر تھیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ (الاعراف: ۱۵۷)

چنانچہ سابقہ قوموں کی توبہ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ اپنے کو قتل کرلیں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ میں فرماتا ہے۔

فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ فَتَابَ عَلَيْكُمْ (البقرہ: ۵۴) اور اس امت کا توبہ گناہ ترک کرنا اس پر نادم ہونا اور گناہ دوبارہ نہ کرنے کا عزم ہے۔

جان اور زخم دونوں میں قصاص یہود پر تورات میں حتمی معاملہ تھا۔ ان کے یہاں دیت لینے کا کوئی سوال نہ تھا۔

نصاریٰ کی شریعت دیت تھا۔ ان کے یہاں قصاص کی بات نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ اس امت کو قصاص، معافی اور دیت کے مابین اختیار دیا اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ (البقرہ: ۱۷۸)

اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لیے غنیمت کو حلال ومباح کیا جبکہ سابقوں امتوں پر غنیمت حرام تھی۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا (الانفال: ۶۹)

اس امت سے اللہ تعالیٰ نے خطا ونسیان اور اکراہ یعنی زور زبردستی سے درگذر کردیا اور ان سے مرفوع القلم قرار دیا۔ سینے کے وسوسوں کو معاف کردیا یہ امت جب تک نہ بولے اور عمل نہ کرے تو اس کا مواخذہ نہیں ہوتا۔

وہ امراض جن کو اللہ تعالیٰ نے سابقہ امتوں پر بلاء اور عذاب کے طور پر نازل کیا تھا۔ ان امراض وبائی سے اس امت کا جو شخص وفات پائے گا۔ وہ شہید ہوگا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''**الطاعون شهادة لكل مسلم**'' طاعون ہر مسلمان کے لئے شہادت ہے۔ (رواہ البخاری ومسلم)

مکانتها بين الامم: یہ وہ عظیم امت ہے کہ اگر وہ اپنے دین پر مضبوطی کے ساتھ قائم ہو تو اس کا رعب ودبدبہ غیروں کے دلوں پر قائم ہوتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **نصرت بالرعب مسيرة شهر** ''میں ایک ماہ کی مسافت پر رعب ودبدبہ کے ساتھ نصرت عطا کیا گیا ہوں''۔

یہ اس امت کی شان وشوکت اور اس کے دین کا کمال ہے کہ اعتقاد میں کفار ومشرکین کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے۔ اس امت کو قبروں پر عمارت کھڑی کرنے سے اور انھیں سجدہ گاہ بنانے سے روک دیا گیا ہے۔

الا وان من كان قبلكم كانوا يتخذون قبور انبيائهم وصالحهم مساجد الا فلا تتخذوا القبور مساجدانى أنهاكم عن ذلك (رواہ مسلم)

اس امت عظیمہ کو ظاہری امور میں غیروں کی مشابہت سے روک دیا گیا چنانچہ اس کو داڑھی بڑھانے اور مونچھوں کو پست رکھنے کا حکم دیا گیا۔ اس کو غیروں کی عبادات میں ان کی مشابہت سے منع کیا گیا ہے چنانچہ روزہ کے لئے سحری کھانا اہل کتاب یہود ونصاریٰ کی مخالفت ہے۔ اس عظیم امت کو اعراب اور بہائم کے ساتھ تشبہ سے منع کیا گیا۔ ان کے لئے خاص طور پر سال میں دو عید ہیں کوئی تیسری عید قطعی نہیں ہے۔

زمن بقائها فى الدنيا

امت محمدیہ کی دنیا میں بقاء کی مدت تھوڑی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا: ہم سے قبل گذری ہوئی امتوں میں تمہاری بقاء (یعنی دنیا میں رہنے کی مدت) ویسے ہی ہے جس قدر صلاۃ عصر سے غروب شمس کے درمیان ہے: (رواہ البخاری)

اس کے عام اشخاص کی عمریں ساٹھ اور ستر کے درمیان ہوتی ہیں۔لیکن یہ امت ایک مبارک امت ہے نبیﷺ نے اس کی تشبیہ بارش سے دی ہے۔آپ نے فرمایا: میری امت کی مثال بارش کی طرح ہے: رواہ الترمذی

اس کی صبح اوراولین اشیاء واوقات میں برکت رکھ دی گئی ہے اس کے روز وشب میں برکت ہے روز وشب کے اعمال صالحہ شہروں اور سالوں سے کفایت کرتے ہیں۔ چنانچہ شب قدر ایک ہزار ماہ سے افضل و بہتر ہے۔

یوم عرفہ کا روزہ ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کا کفارۂ گناہ اور عاشورہ کا روزہ سال گذشتہ کے گناہوں کا کفارہ ہے ہر ماہ کے ایام بیض یعنی تین دن کا روزہ سال بھر کے روزہ کی مانند ہے۔

مقدس مقامات: اللہ تعالیٰ نے اس امت کو افضل، مبارک ومقدس مقامات اوران کی برکتوں سے سرفراز کیا ہے۔ چنانچہ مسجد حرام میں ایک نماز دوسری مساجد کی ایک لاکھ نماز کے برابر ہے: مسجد نبوی کو چھوڑ کر۔اور مسجد نبوی میں ایک نماز اس کے علاوہ دیگر مساجد کی ایک ہزار نماز کے برابر ہے۔مسجد اقصیٰ میں ایک نماز حرمین کے علاوہ مساجد کے مقابلہ ۵۰۰ نماز کے برابر ہوتی ہے۔

معمولی کام کا بڑا ثواب: اللہ تعالیٰ نے اس امت کے لئے معمولی اعمال کا شرف یوں عطا کیا ہے کہ اس کا ثواب بہت بڑا اور عظیم القدر ہوتا ہے مثلاً جس بندہ مومن نے عشاء کی صلاۃ باجماعت ادا کرلی گویا اس نے آدھی رات کا قیام کیا جس نے نماز فجر باجماعت پڑھ لی گویا اس نے پوری رات کا قیام کیا جس نے قرآن کا ایک حرف پڑھ لیا اس کو ہر حرف پر ایک حسنہ ملتا ہے اور حسنہ دس گنا ہوتا ہے یعنی اسے دس نیکیاں ملتی ہیں جس شخص نے سبحان اللہ وبحمدللہ سو بار زبان سے ادا کرلیا تو اس کے گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں خواہ وہ سمندر کی جھاگ کے برابر ہوں۔جس نے سبحان اللہ العظیم وبحمدہ کہا تو اس کے لئے جنت میں ایک کھجور کا درخت لگا دیا جاتا ہے۔جس نے ''سبحان اللہ'' سو بار کہا: اس کے لئے ایک ہزار نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔یا ایک ہزار گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں۔

جس نے روز وشب میں بارہ رکعت نماز (نفل) ادا کرلی اللہ تعالیٰ اس کے لئے ان نمازوں کے بدلے میں ایک گھر تعمیر کردیتا ہے۔

امت محمد یہ وہ امت ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے خیر کی توفیق عطا فرمائی ہے۔اسے اس بہترین دن کی توفیق عطا ہوئی جو سب سے افضل دن ہے یعنی جمعہ کا دن۔رسول اللہﷺ نے فرمایا: ہمیں جمعہ کی توفیق ملی، ہماری اس کی جانب رہنمائی فرمائی گئی اور اللہ تعالیٰ نے ہم سے پہلے کے لوگوں کو اس سے محروم رکھا۔(رواہ مسلم)

اس امت کو سلام کی ہدایت میسر ہوئی اس پر عمل اور اس کی کثرت سے ثواب کی توفیق ملی جبکہ دیگر امتیں اس سے محروم رہیں۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا: یہودیوں نے تم سے سب سے زیادہ حسد سلام اور آمین کہنے پر کیا۔کئی اعمال ایسے ہیں جن پر اس امت کو دوا جر عطا کیا جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ قرآن میں فرماتا ہے:

يَـاَيُّهَا الَّـذِيْـنَ اٰمَـنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ (الحديد:۲۸)

رسول اللہﷺ نے فرمایا: اے میری امت کے لوگو! تمہارے لئے اجر وثواب (عمل کا) دو مرتبہ ملتا ہے۔یہود ونصاری اس پر ناراض وغضبناک ہوئے انہوں نے کہا کہ ہم کام زیادہ کرتے ہیں اور عطیہ (اجر) کم پاتے ہیں: اللہ تعالیٰ نے فرمایا: کیا میں نے تمہارے حق میں سے کچھ ظلم کیا؟ انہوں نے کہا: نہیں: فرمایا: یہ میرا فضل ہے میں جسے چاہوں دوں۔(رواہ البخاری)

آخری زمانے میں اس دین پر چلنے والے کو پچاس صحابہ کے برابر اجر وثواب ملے گا۔صحابہ کرام کو اس سے بھی زیادہ اجر ملتا ہے۔فتنوں کے ایام میں عبادت نبیﷺ کی طرف ہجرت کی مانند ہے یہ اس امت کے فضائل ہیں تا کہ یہ امت سابقہ امتوں کے بہترین قافلوں سے مل کر ان کے اجر وثواب میں برابر کی شریک ہو دوسروں کو اسلام کی دعوت دے۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا: جو شخص ایمان قبول کرے گا اس کو اس کا اجر دوبار ملے گا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِهٖ هُمْ بِهٖ يُؤْمِنُوْنَ وَاِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِهٖٓ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّنَآ اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلِهٖ مُسْلِمِيْنَ اُولٰٓئِكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَهُمْ مَّرَّتَيْنِ (القصص:۵۲-۵٤)

ترجمہ: ''جس کو ہم نے اس سے پہلے کتاب عنایت فرمائی وہ تو اس پر ایمان رکھتے ہیں اور جب اس کی آیتیں ان کے پاس پڑھی جاتی ہیں تو وہ کہہ دیتے ہیں اس کے ہمارے رب کی طرف سے حق ہونے پر ہمارا ایمان ہے ہم تو اس سے پہلے ہی مسلمان ہیں یہ اپنے کئے ہوئے صبر کے بدلے دوہرا دوہرا اجر دیئے جائیں گے۔''

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اس امت کی دین کے ذریعہ تکریم اور عزت افزائی فرمائی ہے۔اسی طرح دنیا کی روزیوں کا خزانہ اس قدر کھول دیا جس قدر دوسری امتوں کے لئے نہیں کھولا تھا۔رسول اللہﷺ نے فرمایا: اسی دوران کہ میں سو رہا تھا۔میں نے خواب میں دیکھا کہ میرے پاس زمین کے خزانوں کی کنجیاں لائی گئیں اور میرے ہاتھ میں رکھ دی گئیں۔(رواہ البخاری)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہﷺ تو چلے گئے اور تم زمین کے خیرات اور خزانوں کو نکال رہے ہو۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اس پوری امت کو بھوک یا غرقابی سے ہلاک نہ کرنے کا مژدہ عطا کیا ہے جیسا کہ ہم سے قبل قومیں آندھی، خسف، چیخ اور غرقابی سے ہلاک کی گئیں۔

رسول اللہﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب جلا وعلا سے تین چیزوں کا سوال

کیا: اس نے مجھے دو چیزیں عطا فرمائی ہیں اور ایک چیز نہیں دی۔

میں نے اپنے پروردگار سے یہ دعا کی کہ وہ میری امت کو قحط سالی یعنی بھکمری سے نہ ہلاک کرے اس نے میری دعا قبول فرمائی۔ میں نے اس سے یہ دعا کی کہ وہ میری امت کو غرقابی سے نہ ہلاک کرے اس نے میری یہ دعا بھی قبول فرمالی۔ میں نے اس سے دعا کی وہ ان کے مابین لڑائی جھگڑا نہ پیدا کرے اس نے میری اس دعا کو نہیں قبول کیا۔ (رواہ مسلم)

اللہ تعالیٰ نے آپ کو یہ وعدہ عطا کیا کہ وہ ان پر ان کے اغیار میں سے دشمن کو مسلط نہ کرے گا اگر چہ پوری روئے زمین والے اکٹھا ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی امت کو دو امان عطا کیا جو دونوں اس امت کے لئے عذاب سے مانع اور روک ہیں۔ نبی مکرم ﷺ کی زندگی ایک امان تھی۔ آپ کی وفات سے یہ امان ختم ہو چکا ہے۔ اس امت کے لئے دوسرا امان اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلبی ہے اور یہ تا قیامت باقی وقائم ہے۔

اللہ کا فرمان ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ وَمَا كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ (الانفال:۳۳) ''اور اللہ تعالیٰ ایسا نہ کرے گا کہ ان میں آپ کے ہوتے ہوئے ان کو عذاب دے اور اللہ ان کو عذاب نہ دے گا اس حالت میں کہ وہ استغفار (بھی) کرتے ہوں۔''

موت کے بعد اس کے فضائل:

یہ امت زندگی میں باغیرت صاحب کرامت ہے اسی طرح یہ موت کے بعد بھی مکرم ہے

چنانچہ قبر میں ''لحد'' ہمارے لئے ہے اور شق یعنی صندوقی غیروں کے لئے ہے محشر میں اس امت کے نبی ﷺ کی قبر سب سے پہلے شق ہوگی۔ آپ ہی اولین شافع اور پہلے مشفع ہیں۔

عرصہ قیامت میں یہ امت تمام امم انبیاء کے درمیان اپنے اعضاء وضوء کی بنا پر پہچان لی جائے گی۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: میری امت قیامت کے دن بلائے جائیں گے دراں حالانکہ آثار وضوء سے ان کی پیشانیاں اور ہاتھ پاؤں چمک رہے ہوں گے۔ (رواہ البخاری)

ہر نبی کی ایک مقبول ومستجاب دعا ہوتی ہے۔ ہر نبی نے اپنی دعا میں جلدی کی میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کی شفاعت کے لئے پوشیدہ کر رکھی ہے اور یہ دعا ضرور مقبول ہوگی ان شاء اللہ ان کے لئے جو اس حال میں موت پائیں گے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ شرک نہیں کیا ہوگا۔ (رواہ البخاری ومسلم)

صراط سے گذرنے والی پہلی امت یہی امت محمد یہ ہوگی۔ نبی ﷺ نے فرمایا جہنم کی پشت پر صراط نصب کیا جائے گا چنانچہ میں اور میری امت کے لوگ سب سے پہلے اس سے گذریں گے باب جنت کھلوا دیں گے نبی ﷺ نے فرمایا: میں قیامت کے دن جنت کے دروازہ کے پاس آؤں گا دروازہ میں ہی کھلواؤں گا۔

خازن جنت کہے گا۔ آپ کون؟ میں کہوں گا کہ محمد ہوں تو وہ کہے گا آپ ہی کے متعلق مجھے حکم کیا گیا ہے۔ آپ سے پہلے کسی کے لئے نہیں کھولوں گا۔ (رواہ مسلم)

تمام امم عالم میں آپ ﷺ کی امت سب سے پہلے جنت میں جائے گی۔ وہی اہل جنت میں سب سے زیادہ ہوں گے۔ ان کی صفوں کی تعداد اسّی ہوگی اور باقی تمام امتوں کی صفیں چالیس ہوں گی۔

نبی ﷺ نے فرمایا: اہل جنت کی ایک سو بیس صفیں ہوں گی ان میں اس امت کی اسّی صفیں ہوں گی (رواہ احمد) انھیں میں ستر ہزار ایسے ہوں گے جو جنت میں بغیر حساب وعذاب داخل ہوں گے۔ (رواہ البخاری)

نبی ﷺ نے فرمایا: میں نے اپنے رب جل وعلا سے اور زیادہ طلب کیا تو اللہ تعالیٰ نے مجھے یوں زیادہ عطا کیا کہ ہر ایک کے ساتھ ستر ہزار کر دیا۔ (رواہ احمد)

مكانة المسلم فى هذه الامة: اس امت کا مؤمن صاحب فضیلت، صاحب کرامت، صاحب مجد وشرافت اور نصرت یافتہ ہے۔ اس کا بجا طور پر حق ہے کہ وہ اپنے دین پر افتخار کرے اور اسے مزید مضبوطی سے تھام لے۔ دوسروں کو اس کی طرف دعوت دے اور اہل باطل کی مشابہت نہ اپنائے۔ اور اس امت کا فرد ہونے پر اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا بیان کرے اور زیادہ سے زیادہ نیک اعمال بجالائے۔

اس امت کا کوئی فرد اصول دین وشریعت پر عمل کے ذریعہ ہی صاحب عظمت ہوتا ہے یعنی جب کوئی امتی توحید الوہیت اور شہادت رسالت محمد ﷺ اور اخلاص عبادت اور خلقت کے ساتھ احسان پر ثابت وقائم ہو تو وہ عظیم بن جاتا ہے۔ جس شخص سے اس دین کا ہر خیر فوت ہو تو اسے امتی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَمَآ اَمْوَالُكُمْ وَلَآ اَوْلَادُكُمْ بِالَّتِيْ تُقَرِّبُكُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰٓى اِلَّا مَنْ اٰمَنَ وَعَمِلَ صَالِحًا (سبا:۳۷)

ترجمہ: ''اور تمہارے مال اور اولاد ایسے نہیں کہ تمہیں ہمارے پاس (مرتبوں سے) قریب کر دیں ہاں جو ایمان لائیں اور نیک عمل کریں۔''

بہت سارے لوگوں نے نبی ﷺ کو دیکھا اور آپ پر ایمان نہ لائے اس سے ان لوگوں کو کوئی فائدہ نہ حاصل ہوا۔ جس کو اللہ تعالیٰ ذلیل وخوار کردے اس کو کوئی عزت وکرامت نہیں عطا کرسکتا ہے۔

فضیلت وبزرگی ایمان، اتباع اور نیکیوں میں مسابقت اور فضائل کو غنیمت جاننے میں ہے:

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہمیں ہدایت ورہنمائی کرنے والا اور ہدایت یافتگان میں سے بنادے اور ہمیں سعادت عطا فرمائے۔ **وصلی اللہ علیہ وسلم وصحبہ اجمعین**

☆☆☆

اہل حدیث کمپلیکس اوکھلا، نئی دہلی
اوراہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی کے
دونوں تاریخی اور عظیم تعمیراتی کاموں کے سلسلہ میں

ایک اور خوشخبری واپیل اور ہر طرح کے تعاون کا انتظار

محسنین کرام! اہل حدیث منزل جامع مسجد دہلی میں چوتھی منزل کا کام شروع ہو چکا ہے اور اہل حدیث کمپلیکس کی دوسری منزل کی ڈھلائی کا کام مالیات کی کمی کی وجہ سے رکا ہوا ہے۔ ان ہر دو عظیم اور تاریخی کاموں میں ہر ہر فرد سے شدت کے ساتھ فوری تعاون درکار ہے۔ یہ آپ کے لیے صدقۂ جاریہ رہے گا۔

امتحاں ہے تیرے ایثار کا قربانی کا

مندرجہ ذیل اکاؤنٹ میں رقوم ارسال فرمائیں۔

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)

RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292

گناہ انسانی جسم پر کیا اثرات مرتب کرتا ہے؟

الامام المحدث ابن قیم الجوزیہؒ

معصیت اور گناہوں کے نہایت مضر اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ان کا برا اثر دل اور جسم پر یکساں پڑتا ہے اور دنیا و آخرت میں اس کے ہمہ گیر نقصانات کا اندازہ اللہ رب العزت کی ذات کے سوا کوئی بھی نہیں لگا سکتا۔

۱۔علم سے محرومی: حقیقت یہ ہے کہ علم اللہ کا نور اور اس کا دیا ہوا اجالا ہے، جس کو وہ دل اور ضمیر میں اتارتا ہے اور معصیت اس نور کو بجھا دیتی ہے۔امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا واقعہ ہے کہ جب آپ نے امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور ان کے درس میں حاضر ہوئے تو ان کی ذہانت، ہوش مندی اور کمال سمجھ داری کو دیکھ کر امام مالکؒ دنگ رہ گئے۔آپ نے اپنے اس شاگرد سے فرمایا: میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے تمہارے دل پر نور کی ضیا بار کرنیں اتاری ہیں۔دیکھنا معصیت کی اندھیاری سے اس کو بجھا نہ دینا۔انہی امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے:

شکوت الی وکیع سوء حفظی
فارشدنی الی ترک المعاصی

''میں نے (اپنے استاد) وکیع سے اپنے خراب حافظے کی شکایت کی۔انہوں نے مجھے نصیحت کی کہ معصیت اور گناہ کو چھوڑ دو۔''

وقال اعلم بان العلم فضل
وفضل اللہ لا یوتاہ عاصی

اور یہ بھی کہا کہ جان لو علم اللہ کا فضل اور اس کا کرم ہے اور اللہ کا فضل و کرم کسی نافرمان کو نہیں دیا جاتا۔

۲۔رزق اور روزی سے محرومی: مسند میں درج ہے کہ معصیت کے ارتکاب کی وجہ سے بندہ روزی تک سے محروم ہوجاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اللہ کا تقویٰ اور پرہیزگاری اختیار کرنے سے روزی میں افزائش ہوتی ہے، لہٰذا پرہیزگاری اور خدا کا خوف نہ کرنے سے لامحالہ فقر و فاقہ تیزی سے لاحق ہوتا ہے۔بنابریں معصیت نہ کرنے سے رزق جتنا زیادہ ہوتا ہے کسی اور چیز سے زیادہ نہیں ہوتا۔

۳۔وحشت اور گھبراہٹ کا احساس: معصیت کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ اپنے پروردگار سے از خود ڈرتا ہے۔یہ ڈر اور گھبراہٹ اسے اپنے اور اپنے رب کے درمیان اتنی شدت سے محسوس ہوتی ہے کہ اس کے مقابلے میں کوئی لذت اور راحت اسے نہ کوئی مزہ دیتی ہے نہ کسی قسم کا آرام پہنچانے دیتی ہے اور اگر اس ایک وحشت کے مقابلے میں دنیا بھر کی لذت اس کے چاروں طرف گھیرا ڈال دے تو اسے ان لذتوں کا احساس تک نہیں ہوتا لیکن اس نفسیاتی کیفیت کا صحیح اندازہ وہی لگا سکتا ہے جس کے اندر زندگی کی رمق ہو ورنہ جس کا بدن مردہ ہوجائے اسے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دیا جائے تو اسے کہاں احساس ہوگا؟ یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی اس وحشت میں پڑنے سے بچنے کے لئے بھی گناہوں کے چھوڑ دینے کا دل میں احساس پیدا کرلے تو اس دانا اور باہوش آدمی کے لئے پہلی فرصت میں یہی مناسب ہے کہ وہ گناہوں کو فوراً چھوڑ دے۔

۴۔معصیت اور گناہ کے ارتکاب سے عمر گھٹتی ہے: زندگی کی برکتیں لازمی طور پر سکڑ کر محدود ہوجاتی ہیں اور یہ واقعہ ہے اس لئے کہ اگر نیکی سے عمر بڑھتی ہے تو فسق و فجور اور معصیت سے اس کا الٹا اثر ہونا ناگزیر ہے، لیکن یہاں اس اجمال کی تفصیل میں ماہرین کا اختلاف ہے۔ایک گروہ یہ کہتا ہے کہ عاصی اور گنہگار کی زندگی میں کمی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ اس کی زندگی کی برکتیں زائل ہوجاتی ہیں اور اس کی پوری زندگی بے برکت اور بے کیف ہوکر رہ جاتی ہے۔یہی نظریہ حق اور درست ہے اور معصیتوں کا یہ نتیجہ لازمی ہے۔لیکن دوسرا گروہ یہ کہتا ہے کہ معصیت کی وجہ سے زندگی سچ مچ کم ہوجاتی ہے، جیسے روزی میں کمی آجاتی ہے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ نے روزی میں برکت کے بکثرت اسباب پیدا فرمائے ہیں، جن سے روزی گھٹتی اور بڑھتی ہے۔اسی طرح عمر میں برکت کی وجوہات بھی متعدد ہیں، جن کی وجہ سے زندگی کی گھڑیاں پھیلتی اور سکڑتی ہیں۔

۵۔معصیت کے نتیجے میں معصیت پیدا ہوتی ہے اور ایک برائی کے نتیجے میں دوسری برائی جنم لیتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ برائی کرنے کے بعد بندہ اس کی گرفت سے نکلنے اور آزاد ہونے نہیں پاتا چنانچہ بعض اسلاف نے کہا ہے کہ برائی کا نتیجہ یہ ہے کہ آدمی اس کے بعد بھی برائی ہی کرتا ہے جبکہ نیکی کا صلہ یہ ہے کہ اس کے بعد نیکی ہی عمل میں آتی ہے گویا بندہ جب نیک کام کرتا ہے تو اس نیکی سے متصل دوسری نیکی کہتی ہے

کہ مجھ پر بھی عمل کرلے۔ پھر تیسری نیکی کہتی ہے کہ مجھ پر بھی عمل کرتا جا۔ اس طرح سلسلہ یونہی دراز ہوتا چلا جاتا ہے اور نیکیاں بڑھتی جاتی ہیں۔ بعینہ یہی حال برائیوں کا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اطاعت اور معصیت کی اپنی اٹل ہیئت، پختہ صورت اور ثابت اور استوار کیفیت اور صلاحیت ہوتی ہے۔ اب جو کوئی نیکی کرتا ہے، اگر وہ نیکی کرنا چھوڑ دے تو اس کے دل میں تنگی اور درشتی پیدا ہوگی۔ زمین کشادہ ہونے کے باوجود اسے تنگ دکھائی دے گی اور دلی طور پر اسے احساس ہوگا کہ گناہ کرنے کے بعد اس کی حالت ماہی بے آب کی سی ہے، جو اس وقت تک تڑپتی اور مضطرب رہتی ہے، جب تک کہ لوٹ کر پھر پانی میں نہ چلی جائے۔ جب وہ مچھلی پانی میں چلی جاتی ہے تو اس کی جان میں جان آتی ہے اور اس کی آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں۔ اس کے برخلاف اگر عادی مجرم معصیت سے محترز ہوتا ہے اور اطاعت کی زندگی گزارنا چاہتا ہے۔ تب اس کا دل عجیب سی گھٹن محسوس کرتا ہے۔ اس کا سینہ جلتا ہے اور اسے راہیں مسدود نظر آتی ہیں اور یہ کیفیت اس کے اوپر اس وقت تک برقرار رہتی ہے، جب تک کہ وہ لوٹ کر پھر سے برائی نہ کرلے۔ یہی وجہ ہے کہ اکثر فاسق وفاجر لوگ گناہ بے لذت کے طور پر معصیت کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ان کے اندر کوئی خاص داعیہ اور طلب نہیں پیدا ہوتی اس کے باوجود گناہ کی طرف مائل ہوجاتے ہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ گناہ کرنے کے بعد اسے چھوڑ دینے سے ان کے دل میں درد پیدا ہوتا ہے اور وہ پھر پلٹ کر گناہ کر ڈالتے ہیں۔ چنانچہ سید الطائفہ حسن بن ہانی نے کہا ہے۔

وكأس شربت على لذة
وأخرى تداويت منها بها

شراب کا ایک پیالہ تو میں نے لذت کے حصول کے لئے پیا (اس سے جو درد اٹھا) اس کے علاج کے لئے دوا کے طور پر دوسرا پیالہ لیا۔

ایک دوسرا شاعر کہتا ہے:

فكانت دوائي وهي دائي بعينه
كما يتداوى شارب الخمر بالخمر

جس سے مجھے درد ہوا وہی میری دوا ٹھہری جیسے شرابی پی پی کر اپنا علاج کرتا ہے۔

۶۔ یہ چیز بندے کے لئے اور بھی خطرناک ہے: اس سے قوت ارادی میں کمزوری آتی ہے۔ برائی کا ارادہ طاقت پاتا ہے تو یہ ارادہ رفتہ رفتہ مضمحل اور کمزور ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ توبہ کا یکسر خیال ہی دل سے نکل جاتا ہے اور اگر دل پر نیم مردنی سی چھا گئی تو انابت الی اللہ کا حوصلہ کہاں باقی رہے گا کیونکہ ایسے حال میں اگر توبہ اور استغفار کیا بھی تو زبان زیادہ تر جھوٹ اور دروغ گوئی کا شکار ہوگی۔ دل میں معصیت کی تہ بہ تہ سلوٹیں پڑی ہوں گی اور دل کے کسی گوشے میں یہ خیال بھی انگڑائیاں لے رہا ہوگا کہ کہاں ایسا موقع ملے کہ گناہ کرگزرے۔ ظاہر ہے کہ یہ بھی ایک بڑی بیماری ہے جس سے ہلاکت یقینی ہے۔

۷۔ اس میں شک نہیں کہ ایک ایک معصیت اور برائی ان پچھلی قوموں کا ناپاک ورثہ ہے، جنہیں اللہ نے ہلاک کیا۔ انہی قوموں سے ہوکر یہ بیماری ان کے بعد آنے والی قوموں میں سرایت کرگئی۔ چنانچہ لواطت اور اغلام بازی لوط علیہ السلام کی قوم کی روش ہے۔ زائد حق وصول کرنا اور کم سے کم حقوق دوسروں کو ادا کرنا یا بالفاظ دیگر ناپ تول میں کمی کرنا حضرت شعیب علیہ السلام کی قوم کا رویہ ہے۔ زمین میں فساد برپا کرنا، فرعونیوں کی مخصوص روش تھی اور تکبر زور زبردستی اور اکڑ حضرت ہود علیہ السلام کی قوم کا وطیرہ تھا۔ لہٰذا جو قومیں ان میں سے کسی بھی ناپاک طریقے کو اپناتی ہیں، وہ انہی قوموں کی اترنوں کو پھر سے اپنے بدن پر ڈال لیتی ہیں، حالانکہ مذکورہ بالا تمام قومیں اللہ کی دشمن تھیں۔

۸۔ گناہ اور معصیت سے بندہ اپنے رب کے سامنے ذلیل وخوار ہوتا ہے اور اس کی نظروں کے سامنے گرجاتا ہے۔ چنانچہ حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، خوار وزبوں ہوکر انہوں نے اپنے رب کی نافرمانی کی اور اگر اپنی عزت نفس کا انھیں ذرا بھی احساس ہوتا تو اللہ تعالیٰ بھی انھیں محفوظ ومامون رکھتا۔ اور یہ امر واقعہ ہے کہ جب بندہ از خود ذلیل اور خوار ہوگا تو کون بھلا اس کا اکرام کرے گا؟ جیسا کہ خود باری تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ (حج:۱۸) ”اور جس کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔“

اور اگر اس قماش کے لوگوں کو کوئی اپنی کسی غرض کے لئے بڑا سمجھے یا ان کے شر سے بچنے کے لئے ان کے سامنے کورنش بجالائے تو اس سے کیا ہوتا ہے اس لئے کہ ان کے دلوں میں قطعاً ان کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

۹۔ معصیت کے مسلسل ارتکاب سے بندے کے دل میں گناہ کا احساس بھی باقی نہیں رہتا۔ گناہ اس کی نظر میں حقیر اور معمولی ہوجاتا ہے۔ یہ علامت حد درجہ خطرناک اور ہلاکت خیز ہے۔ کیونکہ بندے کی نظر میں گناہ کیسا ہی معمولی کیوں نہ ہو، اللہ کی نظر میں وہ بہت بڑا ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت مذکور ہے کہ انہوں نے فرمایا: مومن جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اس کو محسوس ہوتا ہے جیسے وہ کسی اونچے پہاڑ کی گہری کھائی میں کھڑا ہے اور ڈرتا ہے کہ

کہیں یہ پہاڑ اس کے سر پہ نہ آ گرے۔اور فاسق فاجر جب اپنے گناہوں پر نظر ڈالتا ہے تو اسے ایسا لگتا ہے جیسے اس کی ناک پر مکھی بیٹھی ہو اور یوں کرنے سے مکھی اڑ کر چلی جاتی ہو۔

۱۰۔ جب کوئی گناہ کرتا ہے تو اس گناہ کی نحوست اور سوزش اس کے گرد و پیش کے افراد اور چوپایوں پر بھی پڑتی ہے اور جلن کا احساس انھیں بھی ہوتا ہے۔اس طرح ظلم و زیادتی اور معصیت کی نحوست دوسروں پر بھی اثر انداز ہوتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد فرماتے ہیں کہ ظالم کے ظلم سے سرخاب بھی اپنے گھونسلوں میں دم توڑ دیتے ہیں۔

مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں چوپائے اور جانور سرکش آدمیوں پر لعنت کرتے ہیں۔ چنانچہ جب بھی قحط کا دور دورہ ہوتا ہے اور بارش تھم جاتی ہے تو مویشی اور چوپائے زبان حال سے کہتے ہیں کہ یہ گنہگار آدمیوں کی نحوست کا نتیجہ ہے۔

حضرت عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: زمین کے کیڑے مکوڑے یہاں تک کہ گبریلے اور بچھو بھی کہتے ہیں کہ ابن آدم کے گناہوں کی بدولت بارش کی بوندوں سے ہم محروم ہوئے۔غور کا مقام ہے کہ گنہگاروں کے گناہوں کی اس سے بڑی سزا کیا ہوگی کہ خود بے گناہ بھی انھیں لعنت ملامت کریں۔

۱۱۔جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا معاصی کے نتیجے میں ذلت اور اہانت کا پیدا ہونا ناگزیر ہے کیونکہ عزت وتوقیر اور اکرام صرف اطاعت الٰہی میں مضمر ہے۔اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَنۡ كَانَ يُرِيۡدُ الۡعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الۡعِزَّةُ جَمِيۡعًا (فاطر: ۱۰) ''جو کوئی عزت چاہتا ہے تو (وہ یاد رکھے کہ) سب عزت اللہ ہی کے لئے ہے۔''

یعنی عزت کے طلب گار کو چاہیے کہ اللہ کی اطاعت کر کے اس کی جستجو کرے۔ اس لئے کہ اطاعت الٰہی کے بغیر یہ گوہر شب چراغ ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔بعض اسلاف صالحین یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ:

اللهم اعزني بطاعتک ولا تذلني بمعصيتک ''اے اللہ اپنی اطاعت سے ہمیں عزت عطا فرما اور معصیتوں کی وجہ سے ہمیں رسوا نہ فرما۔''

حضرت حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد ہے کہ اگر خچروں کے پیروں سے آواز نکلے یا ٹٹو انھیں لے کر تیز رفتاری سے چلیں تب بھی معصیت کی ذلت ان کے دل سے جدا نہیں ہوگی۔اللہ تعالیٰ بھی بڑا خوددار ہے جو اس کی نافرمانی کرے گا وہ اسے ذلیل کر کے ہی چھوڑے گا۔

عبداللہ بن مبارک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

رایت الذنوب تمیت القلوب
وقد یورث الذل ادمانہا

میں نے دیکھا ہے کہ گناہ دلوں کو مردہ کر ڈالتے ہیں اور اس کی کثرت سے ذلت اور اہانت جاگزیں ہوجاتی ہے۔

وترک الذنوب حیاۃ القلوب
وخیر لنفسک عصیانہا

گناہ کا چھوڑ دینا دلوں کی زندگی کا سبب ہے، تیرے لئے یہی بہتر ہے کہ تو اپنے نفس کے خلاف چل۔

وھل افسد الدین الا الملوک
واحبار سوء ورھبانہا

بادشاہوں کے علاوہ اور غلط کار کاہن پادریوں کے سوا آخر کون ہے جس نے دین کو بگاڑا ہے۔

۱۲۔جب گناہوں کی کثرت ہوتی ہے تو گنہگار کے دل پر مہر لگ جاتی ہے اور اس کا شمار غافلوں میں ہوجاتا ہے۔ باری تعالیٰ کے اس ارشاد کی تفسیر میں بعض سلف صالحین نے یہی کہا ہے۔

كَلَّا بَلۡ رَانَ عَلٰى قُلُوۡبِهِمۡ مَّا كَانُوۡا يَكۡسِبُوۡنَ (المطففین: ۱۴)
''نہیں بلکہ بات یہ ہے کہ ان کے دلوں پر ان کی بداعمالیوں کا زنگ چڑھ گیا۔''

یعنی ایک گناہ کے بعد دوسرا گناہ سرزد ہوا۔بعض نے یہ بھی کہا ہے کہ جب ان کے گناہوں اور معصیت کی کثرت ہوئی تو ان کا ایک دائرہ دلوں کے اردگرد محیط ہوا۔

حقیقت یہ ہے کہ معصیت کے سبب دل زنگ آلود ہوجاتا ہے اور جتنا گناہ زیادہ ہوگا زنگ بھی اتنا ہی بڑھتا جائے گا، یہاں تک کہ پورا دل زنگ آلود ہوجائے گا۔اس کے بعد بھی جب گناہ بکثرت ہوگا تو اب وہ فطرت ثانیہ بن جائے گا اور دل پر مہر اور تالا لگ جائے گا اور نتیجہ یہ ہوگا کہ دل کے گرد غلاف اور پردہ کھنچ جائے گا۔دل اسی غلاف میں بند ہوگا اور اگر ہدایت اور بصیرت پہلے سے میسر تھی، لیکن بعد میں گناہوں کا اس طرح ہجوم ہو اور مذکورہ کیفیت طاری ہوئی تو ظاہر ہے اب معاملہ برعکس ہوگا۔دل یکسر الٹ پلٹ کر نیچے کا اوپر اور اوپر کا نیچے ہوجائے گا اور پھر دشمن کا دباؤ اس کے اوپر اتنا شدید ہوگا کہ جہاں اسے چاہے گا ہانک کر لے جائے گا۔

☆☆☆

شانِ قرآن

انعام الحق قاری محمد زبیر مبارکپوری

لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ وَتِلْكَ الْاَمْثَالُ نَضْرِبُهَا لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ (الحشر:٢١) ’’اگر ہم اس قرآن کو کسی پہاڑ پر اتارتے تو تو دیکھتا کہ خوف الٰہی سے وہ پست ہوکر ٹکڑے ٹکڑے ہوجاتا ہم ان مثالوں کولوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں تاکہ وہ غور کریں۔‘‘

اللہ خالق دوجہاں مالک ارض وسماں نے جب انسانوں کووجود میں لانا چاہا اور فیصلہ کرلیا کہ میں دنیائے فانی کے اندر اپنا خلیفہ بناؤں گا جو میرے کہنے کے مطابق میرا قانون نافذ کرکے تمام لوگوں کوراہ راست پر لائیں گے۔نتیجہ یہ ہوگا کہ تمام لوگ میری حمد وثنا بیان کریں گے، میری کبریائی اور بڑائی کوتسلیم کریں گے، میرے سامنے جھکیں گے، مجھ سے اپنی مدد کی درخواست کریں گے غرضیکہ کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو میری طاقت کوتسلیم نہ کرے، میری جباریت اور قہاریت کے سامنے اپنی جبیں خم نہ کرے ہرایک کی زبان پر اللہ کا یہ کلام ہوگا۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الحشر:٢٢–٢٤)

ترجمہ:’’وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، چھپے کھلے کا جاننے والا مہربان اور رحم کرنے والا ہے۔وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، بادشاہ، نہایت پاک، سب عیبوں سے صاف، امن دینے والا، نگہبان، غالب زورآور، اور بڑائی والا، پاک ہے اللہ ان چیزوں سے جنہیں یہ اس کا شریک بناتے ہیں۔وہی اللہ ہے پیدا کرنے والا بنانے والا، صورت کھینچنے والا، اسی کے لئے (نہایت) اچھے نام ہیں، ہر چیز خواہ وہ آسمانوں میں ہو خواہ زمین میں ہو اس کی پاکی بیان کرتی ہے اور وہی غالب حکمت والا ہے۔‘‘

چنانچہ انسانوں کا وجود جنت کے باغات سے نکل کر جب اس دنیائے فانی کے اندر آ گیا تو سب سے پہلے اللہ نے نبوت کا تاج حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسلام کے سر پر رکھا اور زمین میں اپنا خلیفہ مقرر کیا۔

یہ کتنا بڑا بوجھ تھا جس کوانسان نے اٹھالیا جبکہ اللہ کی مخلوقات میں سے کوئی مخلوق نہیں تھی جس پر اللہ نے یہ بارگراں پیش نہ کیا ہو اور انہوں نے اپنی عاجزی کا اظہار نہ کیا ہو اسی کو اللہ نے قرآن کے اندر یوں نقشہ کھینچا ہے۔اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَ اَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ اِنَّهٗ كَانَ ظَلُوْمًا جَهُوْلًا (الاحزاب:٧٢)

یعنی’’ہم نے زمین وآسمان اور پہاڑوں پر امانت کو پیش کیا تو ان سب نے اس کو اٹھانے سے انکار کردیا اور ڈر گئے،اورانسان نے اس کو اٹھالیا بیشک وہ ظالم اور نادان تھا۔‘‘ جب حضرت انسان نے اس کو اٹھالیا اور اشرف المخلوقات کے لقب سے سرفراز ہوا تو اس نے رب کا شکر ادا کیا۔اللہ تعالیٰ انسانوں کوراہ راست پر لانے کے لئے انبیائے کرام کو مبعوث فرماتا رہا اور ان میں سے بعض پر کتابیں اور صحیفے بھی نازل فرمایا جس کی روشنی میں ان کی دعوت، ان کی تبلیغ ان کا مشن اللہ کی طرف بلانا تھا چنانچہ وہ کتابیں ان کے لئے آخری وقت تک مشعل راہ کا کام دیتی رہیں لیکن کچھ ایسے ناکارے بھی ہوئے جنہوں نے اللہ کی نازل کردہ کتب میں چند ٹکوں کے عوض تحریف وتنسیخ شروع کردی یہی وجہ ہے کہ آج قرآن کے علاوہ کوئی بھی کتاب اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں ہے آج کے اس دور میں تین ہی ایسے گروہ ہیں جن کا دعویٰ ہے کہ ان کے پاس آسمانی کتابیں موجود ہیں اور وہ اس پر کاربند ہیں ان میں سے ایک کتاب توراۃ ہے جسے حضرت موسیٰ پر نازل کیا گیا۔دوسری کتاب انجیل ہے جس کو حضرت عیسیٰ پر نازل کیا گیا اور تیسری کتاب قرآن ہے جسے اللہ کے آخری پیغمبر احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ رسول خدا ﷺ پر نازل کیا گیا جس کی عظمت بیان کرتے ہوئے اللہ نے کہا:اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ فِىْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ (الواقعہ:٧٩) بیشک یہ بزرگ قرآن ہے اور لکھا ہوا ہے ایک پوشیدہ کتاب میں اس کو وہی لوگ چھوتے ہیں جو پاک ہیں۔

اسلام کے مقابلے میں آج جو سب سے بڑا مذہب ہے وہ عیسائی مذہب ہے اور ان کی مقدس کتاب انجیل ہے لیکن آپ کو یہ سن کر تعجب ہوگا کہ خود عیسائیوں کے اندر ابھی تک یہ فیصلہ نہیں ہوسکا کہ یہ کتاب اتری کس زبان میں تھی۔جب زبان ہی کا

تعین نہیں ہوسکا تو کتاب کی صداقت کا کس طرح اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ توراۃ وانجیل کے ماننے والوں میں سے کوئی شخص ایسا نہیں ہے کہ جو بالجزم یہ کہنے کی جرأت کرسکے کہ ہمارے پاس ہمارے نبیوں پر اتاری گئی وہی کتاب ہے جس کو اللہ نے اپنے فرشتے کے ذریعہ انبیاء پر نازل کیا تھا۔ اس سے بھی بڑھ کر یہ بات کہ انجیل کے متعدد نسخوں کو ایک دوسرے سے ملایا جائے تو کوئی نسخہ دوسرے نسخے سے نہیں ملتا ہر نسخہ دوسرے نسخے سے مختلف ہے۔ یہاں تک کہ انجیل کے جو اردو میں ترجمے موجود ہیں آج کے اس دور کے ترجمے کو سو سال پہلے کے ترجمے سے ملایا جائے تو صرف بیان ووضاحت کے لحاظ سے ہی مختلف نہیں بلکہ معانی ومطالب کے لحاظ سے بھی مختلف ہے چنانچہ ہر سو سال کے بعد اس کی عبارتوں میں تبدیلی کردی جاتی ہے۔ اس کے برخلاف جب ہم قرآن کے اوراق پر نظر ڈالتے ہیں تو ہمارے اوپر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ اس کا ایک ایک حرف اس طرح زندہ پائندہ اور تروتازہ ہے جیسا کہ آج سے چودہ سو برس پہلے تروتازہ تھا اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی حفاظت کی ذمہ داری خود ہی لے رکھی ہے قرآن کا بیان ہے۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ (الحجر:۹) یعنی ہم نے قرآن کو نازل کیا اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔

یہی وجہ ہے کہ آج پوری دنیا اس بات کو ماننے پر مجبور ہے کہ اگر اس صفحۂ ہستی پر کوئی کتاب ہے جو تحریف وتنسیخ سے پاک ہے تو وہ صرف اور صرف قرآن کریم ہے اس کے علاوہ کوئی دوسری کتاب نہیں ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے چند برس پہلے اللہ نے اپنے نافرمان ملک (روس) سے جو خدا کو مانتا ہی نہیں تھا قرآن کا وہ نسخہ دستیاب کروایا جس کی تلاوت کرتے ہوئے حضرت عثمان ذوالنورین شہید ہوئے تھے آج بھی قرآن کا وہ نسخہ تاشقند کے تاریخی میوزیم میں موجود ہے۔ اگر کوئی قرآن کا منکر آئے اور اس کی صداقت کو تسلیم نہ کرے تو اس سے صفائی کے ساتھ کہہ دو کہ آج کے اس قرآن کو چودہ سو سال پیشتر کے اس قرآن سے ملا کر دیکھو تو سہی کہ اس کا ایک حرف ایک حرف اسی طرح موجود ہے کہ نہیں۔

اور قرآن کا یہ بھی چیلنج ہے کہ انسان وجنات ایک طاقت ہو کر اس قرآن کے مثل کوئی کتاب پیش کرنے کی طاقت بھی نہیں رکھتے۔ جیسا کہ رب عرش عظیم نے کہا: قُلۡ لَّـئِنِ اجۡتَمَعَتِ الۡاِنۡسُ وَالۡجِنُّ عَلٰٓى اَنۡ يَّاۡتُوۡا بِمِثۡلِ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لَا يَاۡتُوۡنَ بِمِثۡلِهٖ وَلَوۡ كَانَ بَعۡضُهُمۡ لِبَعۡضٍ ظَهِيۡرًا (بنی اسرائیل:۸۸)

اے نبی آپ فرمادیجئے کہ اگر تمام انسان وجنات سب اس بات کے لئے جمع ہوجائیں کہ ایسا قرآن بنالائیں تب بھی ایسا نہ لاسکیں گے اگرچہ ایک دوسرے کے مددگار بھی بن جائیں۔

دوسری آیت میں اللہ نے اپنے اس چیلنج کو مزید بڑھا دیا کہ تم میں کتاب لانے کی سکت تو درکنار ایک سورت بھی نہیں لاسکتے فرمایا:

وَاِنۡ كُنۡتُمۡ فِىۡ رَيۡبٍ مِّمَّا نَزَّلۡنَا عَلٰى عَبۡدِنَا فَاۡتُوۡا بِسُوۡرَةٍ مِّنۡ مِّثۡلِهٖ وَادۡعُوۡا شُهَدَآءَكُمۡ مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ اِنۡ كُنۡتُمۡ صٰدِقِيۡنَ فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا وَلَنۡ تَفۡعَلُوۡا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِىۡ وَقُوۡدُهَا النَّاسُ وَالۡحِجَارَةُ اُعِدَّتۡ لِلۡكٰفِرِيۡنَ (البقرہ:۲۴) ''ہم نے جو کچھ اپنے بندے پر اتارا ہے اس میں اگر تمہیں شک اور تم سچے ہو تو تم اس جیسی ایک سورہ تو بنالاؤ تمہیں اختیار ہے کہ اللہ کے سوا اور اپنے مددگاروں کو بھی بلالو پس اگر تم نے نہ کیا اور تم ہرگز نہیں کرسکتے تو اسے سچا مان کر اس آگ سے بچو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔''

کون ہے جس کا دل اس خدائی چیلنج اور اس کے عذاب کو سن کر لرزہ براندام نہیں ہوجاتا، اور اس پر رقت طاری نہیں ہوجاتی، کون ہے جو قرآن کی صداقت کو ماننے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ اس قرآن مقدس میں اللہ نے ایسی سحر انگیزی رکھی ہے جس کو سن کر بدن کانپ جاتا ہے اور دل جھوم جاتا ہے اور آنکھوں سے آنسو سیل رواں کی طرح بہہ پڑتے ہیں۔ قرآن نے کہا: تَقۡشَعِرُّ مِنۡهُ جُلُوۡدُ الَّذِيۡنَ يَخۡشَوۡنَ رَبَّهُمۡ ثُمَّ تَلِيۡنُ جُلُوۡدُهُمۡ وَقُلُوۡبُهُمۡ اِلٰى ذِكۡرِ اللّٰهِ (الزمر:۲۳) یعنی ''اس قرآن کے سننے سے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوجاتے ہیں ان لوگوں کے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں پھر ان کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کے ذکر سے نرم ہوجاتے ہیں۔'' اللہ نے اس قرآن کی تلاوت کرنے والے کے لئے ایک حرف کے بدلے دس نیکیوں کے برابر ثواب رکھا ہے۔ چنانچہ الم کے مجموعے میں الف ایک حرف ہے ''ل'' ایک حرف ہے اور ''م'' ایک حرف ہے ان تینوں حرفوں کے بدلے تیس نیکیاں ملیں گی اور پورے قرآن میں تین لاکھ بائیس ہزار چھ سو ستر (۳۲۲۶۷۰) حروف ہیں تو پورے قرآن مجید کے پڑھنے کا ثواب تیس لاکھ چھبیس ہزار سات سو (۳۲۲۶۷۰۰) نیکیاں ملیں گی۔

لوگو! ہم دنیاوی مال ومنال کے حاصل کرنے اور لاکھ پتی اور کروڑ پتی بننے کے لئے رات ودن ایک کردیتے ہیں پھر بھی ہمارا خواب ہی خواب رہ جاتا ہے اور اس تک رسائی ممکن نہیں ہوتی۔ لیکن اگر ہم دن کے تھوڑے سے حصے کو اللہ کی یاد اور اس سے ہم کلام ہونے کے لئے نکال دیں تو کوئی بعید نہیں۔ اگر ہم دنیاوی کاروبار میں مصروف رہ کر اللہ کی یاد کے لئے تھوڑا وقت نہیں نکالتے اور محمد رسول اللہ ﷺ کے احکامات کی پابندی نہیں کرتے تو اللہ نے ایسے شخص کا نقشہ قرآن کے اندر کھینچا ہے۔ وَيَوۡمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيۡهِ يَقُوۡلُ يٰلَيۡتَنِى اتَّخَذۡتُ مَعَ الرَّسُوۡلِ سَبِيۡلًا يٰوَيۡلَتٰى لَيۡتَنِىۡ لَمۡ اَتَّخِذۡ فُلَانًا خَلِيۡلًا (الفرقان:۲۷–۲۸)

کہ جب قیامت کے دن ایسا شخص رب کے دربار میں کھڑا ہوگا اور اپنے نامۂ اعمال میں نیکیاں نہ پا کر اپنے ہاتھ کی انگلیوں کو چباتا پھرے گا اور کہے گا کہ اے کاش کہ میں نے رسول کے ساتھ اپنا راستہ بنالیا ہوتا اور ہائے ہائے کرتے ہوئے کہے گا کہ کاش میں فلاں شخص کو اپنا دوست نہ بنایا ہوتا۔ایک حدیث کے اندر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اذا احب احدکم ان یحدث ربہ فیقرأ القرآن** (کنزل العمال، علامہ البانیؒ نے اس روایت کو ضعیف قرار دیا ہے) یعنی جو اپنے رب سے ہم کلام ہونا چاہے وہ قرآن مجید پڑھے اور ایک حدیث کے اندر فرمایا وہ شخص تم میں سب سے اچھا ہے جو قرآن سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔ نیز دوسری جگہ ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ جس گھر میں قرآن کی تلاوت ہوتی ہے اس میں خیر وبرکت نازل ہوتی ہے اور جس گھر میں اس کی تلاوت نہیں ہوتی اس میں خیر وبرکت کم ہو جاتی ہے۔ اور ایک حدیث کے اندر جس کو امام مسلم نے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **اقرو االقرآن فانہ یاتی یوم القیامۃ شفیعا لاصحابہ** (مسلم) کہ قرآن مجید پڑھا کرو کیونکہ وہ قیامت کے دن قرآن پڑھنے والوں کے لئے شفیع بن کر آئے گا۔ ہر مسلمان کے اوپر یہ فریضہ عائد ہوتا ہے کہ وہ قیامت کے دن پر ایمان رکھے کیونکہ قیامت کا دن ہی وہ دن ہوگا کہ جس میں نیکو کاروں کو ان کی نیکیاں اور بروں کو ان کی برائیاں دے دی جائیں گی ہر ایک اپنے نامہ اعمال کو دیکھے گا اور اللہ کے حکم سے لوگوں کو پل صراط سے گذرنا ہوگا کہ جہاں کوئی روشنی نہیں ہوگی تو جس شخص کا نامہ اعمال برا ہوگا اس کے سامنے تاریکی ہوگی اور وہ لازماً پل صراط سے دو ٹکڑے ہو کر جہنم میں گر جائے گا لیکن اس کے برخلاف اسی تاریک جگہ میں ایک مؤمن کا گذر ہوگا تو اس کے سامنے بھی نور ہوگا اور داہنے بھی نور ہوگا جس کی روشنی میں وہ شخص پل صراط سے آسمان پر چمکنے والی بجلی سے بھی زیادہ تیزی سے پار ہو جائے گا اور خلد بریں میں اپنا مقام حاصل کرلے گا اور اس کا نقشہ قرآن میں اللہ تعالیٰ نے اس طرح کھینچا ہے۔

يَوْمَ تَرَى الْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ يَسْعٰى نُورُهُمْ بَيْنَ أَيْدِيهِمْ وَبِأَيْمَانِهِمْ بُشْرٰكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ خٰلِدِينَ فِيهَا ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (الحدید:۱۲)

آپ کو معلوم ہے کہ نور کیا ہوگا جو اس کے سامنے ٹارچ کا کام کرے گا؟ وہ اس کی نیکیاں ہوں گی اور قرآن پڑھنے کی برکت ہوگی جو نور بن کر اس شخص کو پل صراط سے پار کرائے گی۔کون ہے قرآن مجید کی تلاوت کرنے والا، کون ہے اس کو اپنے سینے سے بسانے والا، کون ہے قرآن کی ایک ایک باتوں کو اپنی زندگی میں نافذ کرنے والا۔آؤ اس کو اپنے سینوں میں بساؤ اور اپنے قلب کو اس نور سے منور کرو اللہ نے اس قرآن مقدس کے بارے میں نور کا لفظ استعمال کیا ہے جیسا کہ اس آیت میں کہا۔ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكُمْ نُورًا مُبِينًا (النساء:۱۷٤) اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح روشنی نازل کیا ہے تو جو شخص جتنی خوبی سے اس قرآن مقدس کی تلاوت کرے گا اس کو اتنی ہی چاشنی ملتی جائے گی اس کی تلاوت کا طریقہ خود ہی اللہ نے بتادیا ہے۔وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ تَرْتِيلًا کہ قرآن کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھا کرو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **حسنوا القرآن بأصواتکم فان الصوت الحسن یزید القرآن حسنا** (صحیح الجامع ٣١٤٥) کہ تم لوگ اپنی آوازوں سے قرآن مجید کو خوشنما اور حسین بناؤ کیونکہ اچھی آواز قرآن مجید کے حسن کو زیادہ کردتی ہے۔یعنی ترتیل وتجوید اور خوش آوازی سے پڑھو جس سے قرآن مجید اچھا معلوم ہو۔

صحابۂ کرام کی متفقہ رائے کے مطابق رسول اللہ ﷺ سے زیادہ قرآن کا اچھا پڑھنے والا موجود نہ تھا لیکن پھر بھی صحابہ کرام اپنی آوازوں کو خوشنما بنا کر رسول اللہ ﷺ کی نقالی کرتے تھے چنانچہ اسید بن حضیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ مسجد نبوی کے ایک گوشہ میں بیٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتے اور رسول اللہ پیچھے چھپ کر ان کی قرأت کو سنا کرتے تھے۔اتنی بہترین آواز اللہ نے ان کو ودیعت کی تھی کہ آسمان کے فرشتے بھی ان کی قرأت سننے کے لئے آتے تھے چنانچہ جس وقت انہوں نے اپنا واقعہ رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا اے اسید جان لو کہ یہ فرشتے تھے جو تمہاری قرأت سننے کے لئے آئے تھے اگر تم قرآن کی تلاوت برابر کرتے رہتے تو صبح تک یہ فرشتے موجود رہتے یہاں تک کہ لوگ بھی ان کو دیکھ لیتے تو جہاں تک ہو سکے قرآن کو اس کے عربی قواعد مع تجوید کے پڑھنا چاہیے تاکہ قرآن کا حسن دوبالا ہو اور سننے والوں کا دل اس کی جانب جھک جائے۔

لیکن بعض لوگ ایسے ہیں جو قرآن کو اس کے قواعد اور تجوید کے ساتھ پڑھنے کو اہمیت نہیں دیتے اور اس سے بے اعتنائی برت کر یہ کہتے ہیں کہ قواعد اور تجوید کی کوئی ضرورت نہیں ہے محض قرآن کا پڑھ لے جانا ہی کافی ہے ان لوگوں کے اوپر قرآن وحدیث اور صحابہ کرام کے واقعات دلیل ہیں اس بات پر کہ اگر قرآن کو اس کے قواعد وتجوید اور بغیر مخرج کے پڑھا جائے گا اور ش کو س یا ث سے بدل کر اور ذال، زاء، راور ض کو ج سے بدل کر پڑھا جائے گا تو یہ فحش غلطی ہے اور کہیں کہیں وقف تام پر وقف نہ کرنے کی صورت میں معنی کی تبدیلی کا بھی شبہ ہو جاتا ہے۔لہٰذا تمام مسلمانوں کو اس جانب توجہ دینے کی ضرورت ہے ورنہ تھوڑی سی غلطی قعر ضلالت کا مستحق بنا دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں قرآن کو اس کے حقوق کے ساتھ پڑھنے کی توفیق عطا فرمائے۔آمین

☆☆☆

مملکت سعودی عرب-ایک عظیم مثالی اسٹیٹ

مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی

اللہ عز شانہ بعض خانوادوں، اشخاص اور ممالک و بلدان کو اپنی خاص نوازشوں، عنایات اور توفیقات سے نواز کر انہیں عباد و بلاد اور ملک وملت کی خدمت انجام دینے کی سعادت بخشتے ہیں۔ان ہی خوش نصیب خانوادوں میں آل سعود کا خاندان ہے جس نے صحراء کو گلزار بنایا، دشت وجبل کو چمنستان میں بدل ڈالا، ریگستانوں کو اپنے معجزاتی اور انقلابی کارناموں سے حضارت وتمدن کے اعلیٰ مدارج ومقام پر فائز کر دیا، عرب کے شعوب وقبائل اور خانوادوں کو ایک لڑی میں پرو دیا، دینی وایمانی بنیادوں پر ان کو اخوت و محبت کا خوگر بنا دیا اور عربوں کو قبائلی امتیاز اور خاندانی عصبیت سے نکال کر باہم شیر وشکر کر دیا۔دین وایمان اور انسانیت کی بنیاد پر وہ اس قدر منظّم، مربوط اور مستحکم ہو گئے اور اس کے پاداش میں انہوں نے ایسے ایسے محیر العقول کام چند دہائیوں میں انجام دیے کہ جہاں جوئے شیر لانے کے مترادف تھے وہیں ایسے کارنامے صدیوں میں بھی بہت سی اقوام اور جماعتیں انجام نہیں دے پائیں۔یہ تاریخی اور بے مثال کارنامے انجام دینے والی اور خدمت دین اور خدمت خلق کا عدیم النظیر نمونہ پیش کرنے والی حکومت مملکت سعودی عرب ہی ہے۔جس نے اول دن سے دین و سیاست کو باہم مربوط کر کے سعودی عرب کے نظام حکومت و معیشت اور معاشرت کو اس انداز سے پروان چڑھایا کہ جس سے کتاب وسنت اور قوانین اسلامی کو دور اول کے بعد پہلی مرتبہ ہمہ جہت و پائیدار فروغ ملا۔چونکہ انہوں نے کتاب وسنت کی بنیاد پر اپنی حکومت کی اساس رکھی تھی،اس لئے اللہ تعالیٰ کی خصوصی عنایت و مدد ان کے شامل حال رہی اور انہوں نے ساری دنیا کی لادینی و طاغوتی قوتوں، دین بے زار حکومتوں اور اسلام دشمن عناصر واقوام کی طرف سے ہر طرح کی رکاوٹوں اور ریشہ دوانیوں کے باوجود علی الاعلان اپنا دستور اسلامی رکھا، خالص اسلامی حکومت قائم کی، ہر شعبۂ حیات میں کتاب وسنت کی بالادستی قائم کی اور عدل وانصاف اور خیر و فلاح کا چرچا اور غلغلہ ہر طرف ہونے لگا۔حرمین شریفین کی ایسی خدمت، اس انداز سے خدمت اور اس پیمانے پر خدمت اور حجاج ومعتمرین اور زائرین ومواطنین کے لیے اس قدر سہولتوں کی فراہمی کو چشم فلک نے کبھی ماضی بعید تک نہیں دیکھا۔صحراء نوردوں، بادیہ نشینوں، اعراب اور دیہاتیوں نے اقوام عالم میں اسلام کی حقیقی نمائندگی کی اور دنیا کے سرمایہ دار وشیوعیت زدہ دونوں سپر پاوروں سے انسانی واخلاقی بنیادوں پر بھی برابری کی بنیاد پر معاملات کئے اور ان سے اپنا لوہا منوایا۔اپنوں کی ریشہ دوانیاں اور نادانیاں اور غیروں کی دشمنیاں اپنے عروج پر تھیں مگر ان کے مشن تعمیر وترقی کا جادو سر چڑھ کر بول کر رہا اور اس طرح مشرق ومغرب میں مدتوں بعد اس خطہ ارضی کی سیاسی ومعاشی اہمیت مسلّم ہو گئی۔

دراصل سعودی حکومت سے پہلے پورا جزیرہ عرب جس طرح معاشی بدحالی کی انتہاء کو پہنچا ہوا تھا اسی طرح سیاسی انحطاط کے اسفل سافلین کی فہرست میں جا چکا تھا اور اس کے ذاتی اثر ورسوخ کا کوئی اتا پتہ نہ تھا۔غیروں کی غلامی، باز گزاری اور حاشیہ برداری ان کا نقطۂ عروج تھا۔اخلاقی اور انسانی بنیادوں پر بھی وہ کسی طرح لائق ذکر نہیں رہ گئے تھے۔چھوٹے چھوٹے قبائل اور خانوادے آپس میں دست وگریباں تھے۔بڑے قبائل بھی بطون وافخاذ اور ٹولیوں اور گھروندوں میں بنٹ کر اپنی حیثیت کھو چکے تھے اور ان کی تعمیر وترقی کی معراج وقتی طور پر اپنے ہی قبائل کے سرداروں اور ذمہ داروں سے نبرد آزما تھی اور ان کو کمزور اور پست کر دینا ہی سب سے بڑا کارنامہ اور فخر ومباہات اور نمود ونماموری کا پیش خیمہ تھا۔دینی اعتبار سے وہ اس قدر پس ماندہ اور ناخواندہ ہو چکے تھے کہ دین کی مبادیات اور اصل اصول سے بھی نابلد ہو چکے تھے۔توحید ورسالت، اعتقاد وایمان سے بالکل بے خبر ہی نہیں بلکہ اضداد ومخالف امور کو ہی اپنا دین وایمان سمجھ رکھا تھا۔اوہام وخرافات اور رسوم ورواج ہی ان کے دینی شعائر وعلامات بن چکی تھیں۔عام گمراہ فرقوں اور مسلکوں سے بھی نیچے گر کر وہ چند عادات وتقالید کو دین سمجھ بیٹھے تھے۔مسلمات دین اور مصادر شریعت سے ان کا کوئی خاص لگاؤ نہیں رہ گیا تھا۔کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم جو ان کی دینی و دنیوی فلاح و بہبود کی ضامن ہیں، ان سے وہ کوسوں دور ہو چکے تھے۔فقہ اسلامی اور اجتہاد واستنباط کا معاملہ ان سے کب ہی لاتعلق ہو چکا تھا۔خانۂ کعبہ جو ساری انسانیت اور پوری ملت کا مرکز اتحاد تھا وہ بھی متعدد مصلوں اور مسلکوں کی بھینٹ چڑھ چکا تھا۔پورے سال حج وعمرہ کا قصد کرنے والے اللہ کے مہمان اور بیت اللہ کے زائرین عرب بدوؤں کی لوٹ مار کا شکار تو ہوتے ہی رہتے تھے، حرمت کے چاروں مہینوں میں بھی حجاج ومعتمرین دن دہاڑے لوٹ لئے جاتے تھے اور ادنی مزاحمت پر قتل کر دیئے جاتے تھے۔ان کی ان چیرہ دستیوں، دست درازیوں اور رہزنیوں سے خود حدود حرم

مکہ ومدینہ بھی محفوظ نہیں رہ گئے تھے۔عصری تعلیم اورنئی ایجادات واختراعات کی تو گویا انہیں بھنک بھی نہیں لگی تھی۔ الغرض حالات انتہائی ناگفتہ بہ و دگرگوں تھے جس کی داستانیں طویل بھی ہیں اور خونچکاں بھی۔اس پرآشوب دور کا ذکر وقت کے تمام مؤرخین نے کیا ہے۔ ایسے حالات میں کسی شخصیت اور خانوادے کا ایسا ہمہ جہت انقلاب برپا کردینا کہ بیک وقت یہ سارے دلدر دور ہوجائیں، سارے خرخشے مٹ جائیں، جزیرۂ عرب متحد ہوجائے، ایمان کی باد بہاری آجائے، کتاب وسنت کا بول بالا ہوجائے، امن وامان اور آشتی وسلامتی کا دور دورہ ہوجائے، شعائر اسلام بحال ہوجائیں اور حجاج بیت اللہ اور حرمین کی خدمت کا بے مثال کارنامہ انجام پاجائے اور مقدسات اور شعائر دین کے مقامات کے قاصدین وزائرین کے لیے عام تسہیلات خصوصا حجاج ومعتمرین کے لئے سہولتوں اور راحت وسکون کا بے مثال فریضہ ادا ہو جائے۔ یہ سب محض توفیق الٰہی اور فضل ربانی سے انجام پذیر ہوسکتے ہیں ورنہ ایسے ماحول میں یہ ہرکسی کے بس کی بات نہیں ہوسکتی۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

امت مسلمہ کی یہ بدنصیبی رہی ہے کہ ہر دور میں بہت سے عناصر نے امت اور ملت کے محسنوں کی قدردانی، ہمت افزائی اور معاونت نہیں کی اور نہ ہی اُنہیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھا۔ بلکہ کف لسان سے کام لینے کے بجائے صد افسوس کہ عناد ودشمنی اور تخاذل ومخالفت کی ہر سطح پر انتہاء کردی اور یہ سب کچھ ملت اور امت کی اصلاح اور ہمدردی وبہی خواہی کے نام پر انجام دے کر خلق خدا اور عوام الناس کو گمراہ کرنے کا وطیرہ اپنایا گیا اور سازشوں، ریشہ دوانیوں، پروپیگنڈوں اور الزام تراشیوں کے اتنے تانے بانے بنے گئے کہ حقیقت خرافات میں گم ہوتی چلی گئی اور حقائق پر پردہ ڈالنے کے سارے حربے ایسے استعمال کئے گئے کہ بہت سے دیانت داروں، ایمان داروں اور خیرخواہوں کی آنکھیں بھی دبیز پٹی ڈال دیے جانے سے محفوظ نہ رہ سکیں۔ جزیرہ عرب خصوصا مملکت سعودی عرب میں تعلیمی، علمی، تحقیقی، دینی، رفاہی، سماجی، سیاسی، اقتصادی، اخلاقی اور ہر طرح کی تعمیر وترقی کا جو بے مثال کارنامہ انجام پاتا ہے اس کو ختم کرنے کے لئے ہر نسخہ آزمایا گیا اور اسے کمزور کرنے کی کوششیں آج بھی کہیں نہ کہیں سے کی جارہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہماری اس سادگی وزیادتی کو معاف فرمائے۔

اس وقت ضرورت ہے کہ پوری امت مسلمہ اور ہر انصاف پسند لوگ سارے بھید بھاؤ اور ہر طرح کے تعصب وتنگ نظری سے اوپر اٹھ کر سعودی عرب کے ذریعہ جو عالمی سطح پر دینی، انسانی اور اخلاقی کارنامے انجام دیئے جارہے ہیں اور ہمارے ملک اور دنیا کے مقابلے میں اس چھوٹی سی تعداد اور ایک مختصر سے خطے نے جو کارنامے انجام دیئے ہیں اور دے رہے ہیں، ان کو نظر بد سے بچانے کے لئے متحد ہوں اور وہاں کے خیر وفلاح کے دلدادہ عوام، اولیاء صفت علمائے ربانیین اور دین وانسانیت نواز حکمرانوں کی ان کوششوں اور قربانیوں کی قدر کریں جو انہوں نے حرمین، عالم اسلام، مقدسات اسلام اور مظلومین عالم کے لئے پیش کی ہیں اور پورے عالم میں امن وشانتی، بھائی چارہ اور انسانیت کے لئے جو کوششیں صرف کی ہیں وہ رواں دواں رہیں۔ مسلم ممالک کے ساتھ ساتھ دیگر ممالک و بلدان اور غیر عالم اسلام اور خود ہمارے وطن عزیز ہندوستان کے ساتھ انسانی اور اخلاقی بنیادوں پر جو ان کے روابط، مساویانہ ومنصفانہ اور انسانیت کے اعلیٰ معیار پر تعلقات ومعاملات، سفارات اور تبادلۂ خیرات و برکات رہے ہیں وہ بذات خود ان کی اعلیٰ درجے کی دینداری، ایمانداری اور انسانیت نوازی پر شاہد عدل ہیں اور جنہیں اللہ سے حقیقی رشتہ استوار رکھنے والے ہی اپنے ابنائے جنس اور خلق خدا کے ساتھ استوار رکھ سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس مملکتِ خداداد کو کتاب وسنت اور دین وایمان پر قائم ودائم رکھے، حرمین شریفین کی بے مثال خدمات کو انجام دینے کی مزید توفیق ارزانی کرتا رہے، ان کا فیض ماضی کی طرح چہار دانگ عالم میں مسلمانوں اور انسانوں کے درمیان جاری وساری رہے اور اسے ہر طرح کے شرور وفتن اور نفاق وحسد سے محفوظ رکھے۔ اسی میں پوری امت اور انسانیت کی بھلائی مضمر ہے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی تازہ پیشکش

نکاح نامہ رجسٹر

- ☆ کتاب وسنت کی روشنی میں تیار شدہ
- ☆ مارکیٹ میں دستیاب تمام نکاح ناموں سے منفرد۔
- ☆ نکاح سے متعلق بنیادی احکام ومسائل سے آراستہ
- ☆ نہایت دیدہ زیب اور آرٹ پیپر پر طباعت
- ☆ ہر مسجد ومدرسہ کی بڑی ضرورت۔

اوراق:150 قیمت:Rs.200/-Net

پندرہ روزہ جریدہ ترجمان دہلی

تقدیر پر ایمان

فضیلۃ الشیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ

ترجمہ: الشیخ غازی محمد عزیر

''قدر'' یعنی تقدیر سے مراد اللہ تعالیٰ کا اپنے علم اور حکمت کے مطابق ساری کائنات کا ان کے وجود سے پہلے اندازہ اور فیصلہ کرنا ہے۔تقدیر پر ایمان چار امور پر مشتمل ہے:

۱-اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ ازل سے ابد تک ہر چیز سے اجمالا اور تفصیلا واقف ہے۔چاہے اس کا تعلق خود اپنے اعمال سے ہو، یا اپنے بندوں کے افعال سے۔

۲-اس بات پر ایمان کہ اللہ تعالیٰ نے سب کچھ لوح محفوظ، یعنی نوشتہ تقدیر میں لکھ رکھا ہے۔انہی دو امور کے متعلق اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:''اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّ ذٰلِکَ فِيْ كِتٰبٍ اِنَّ ذٰلِکَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ'' (الحج:۷۰) ''کیا تمہیں معلوم نہیں کہ آسمان وزمین میں جو کچھ ہے بے شک وہ اللہ کے علم میں ہے۔یقینی بات ہے کہ یہ سب ایک کتاب (لوح محفوظ) میں درج ہے، یقیناً یہ اللہ تعالیٰ پر بالکل آسان ہے۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا:''كتب الله مقادير الخلائق قبل ان يخلق السموات والارض بخمسين الف سنة'' (صحیح مسلم، القدر، باب حجاج آدم و موسیٰ علیہما السلام، حدیث ۲۶۵۳)

''اللہ تعالیٰ نے مخلوقات کی تقدیریں آسمانوں اور زمین کو پیدا کرنے سے پچاس ہزار سال پہلے ہی لکھ دی تھی''۔

۳-اس بات پر ایمان کہ تمام کائنات صرف اللہ تعالیٰ کی مشیت ہی سے وقوع پذیر ہے، خواہ اس کا تعلق خود باری تعالیٰ کے اپنے عمل سے ہو یا مخلوقات کے افعال و اعمال سے۔اللہ تعالیٰ اپنے عمل کے بارے میں فرماتا ہے:''وَرَبُّکَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ'' (القصص:۶۸) ''اور آپ کا رب جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے پسند کرتا ہے''۔

ایک مقام پر یوں ارشاد ہوا:''ويفعل الله مايشاء'' (ابراہیم:۲۷) اور اللہ تعالیٰ جو چاہے کرتا ہے''۔

ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:''هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ'' (آل عمران:۶) ''وہی تو ہے جو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں جس طرح چاہتا ہے، تمہاری شکل وصورت بناتا ہے''۔اور مخلوقات کے افعال و اعمال کے متعلق فرماتا ہے:''وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ'' (النساء:۹۰) ''اور اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو انہیں تم پر مسلط کر دیتا، پھر وہ تم سے یقیناً لڑنے لگتے''۔

ایک اور جگہ یوں ارشاد ہوا:''وَلَوْشَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ'' (الانعام:۱۳۸) ''اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو یہ ایسا کام نہ کرتے، پس آپ ان کو اور جو یہ غلط باتیں بنا رہے ہیں، (ان کے حال پر) چھوڑ دیجئے''۔

۴-اس بات پر ایمان کہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی پیدا کردہ ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:''اَللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ'' (الزمر:۶۲) ''اللہ تعالیٰ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا ذمہ دار و نگہبان ہے''۔

ایک مقام پر الفاظ یوں ہیں:''وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا'' (الفرقان:۲) ''اور اسی (اللہ) نے ہر چیز کو پیدا کیا، پھر سب کا (الگ الگ) اندازہ ٹھہرادیا''

اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی، حضرت ابراہیمؑ کی بابت فرمایا کہ انہوں نے اپنی قوم سے کہا:''وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ وَمَا تَعْمَلُوْنَ'' (الصافات:۹۶) ''تم کو اور جو چیزیں تم بناتے ہو ان (سب) کو اللہ ہی نے پیدا کیا ہے''۔

قبل ازیں ہم نے ''تقدیر پر ایمان'' کا جو وصف بیان کیا ہے وہ بندوں کے اختیاری افعال پر ان کو حاصل شدہ قدرت اور مشیت کے منافی نہیں ہے، کیوں کہ شریعت اور امر واقع دونوں ہی اس کے لیے اس کے ثبوت پر دلالت کرتی ہیں۔

شریعت سے ثبوت: مشیت، یعنی اپنی مرضی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:''فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ مَاٰبًا'' (النبا:۳۹) ''پس جو شخص چاہے اپنے رب کے پاس ٹھکانا بنالے''۔

ایک جگہ ارشاد الٰہی ہے:''فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ اَنّٰى شِئْتُمْ'' (البقرہ:۲۲۳) ''پس اپنی کھیتی میں جس طرح سے چاہو، آؤ''۔اور مخلوق کی قدرت کے متعلق ارشاد ہوتا ہے:''فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ وَاسْمَعُوْا وَاَطِيْعُوْا'' ''سو جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو اور سنو اور اطاعت کرو'' (التغابن:۱۶)

ایک اور مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ'' (البقرہ:۲۸۶) ''اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت و اختیار سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا، تو جو نیکی اس نے کمائی، اس کا پھل اسی کے لیے ہے اور جو بدی سمیٹی اس کا وبال بھی اسی پر ہے''۔

امر واقع سے ثبوت: ہر انسان جانتا ہے کہ اسے کچھ نہ کچھ قدرت اور اختیار ضرور حاصل ہے جس کی وجہ سے کسی کام کے کرنے یا چھوڑنے کا مختار ہے اور وہ کسی

فعل کے ''ارادی'' مثلاً چلنے اور ''غیر ارادی'' مثلاً کانپنے، میں فرق کرتا ہے، لیکن کسی بندے کی مشیت اور قدرت، اللہ تعالیٰ ہی کی مشیت اور قدرت کے تابع ہوتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ '' (التکویر:۲۸-۲۹) ''(یہ قرآن) اسی کے لیے (مفید ہے) جو تم میں سے سیدھا چلنا چاہے اور تم اللہ رب العالمین کے چاہے بغیر کچھ نہیں چاہ سکتے''۔

چونکہ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے۔ اس لیے اس کے دائرہ ملکیت میں کوئی بھی چیز اس کے علم اور مشیت کے بغیر رونما نہیں ہوسکتی۔

''تقدیر پر ایمان'' کی جو تعریف ہم نے بیان کی ہے وہ کسی فرد کے لیے فرائض سے غفلت برتنے یا نافرمانی کے ارتکاب کی اجازت کی دلیل نہیں بن سکتی، چنانچہ اس سے دلیل پکڑنا کئی اعتبار سے باطل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۚ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا بَاْسَنَا قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ '' (الانعام:۱۴۸)

''عنقریب مشرکین یہ کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو ہم اور ہمارے باپ دادا شرک نہ کرتے اور نہ ہم کوئی چیز حرام کرتے، اسی طرح جو لوگ ان سے پہلے تھے انہوں نے بھی (حق کو) جھٹلایا۔ حتیٰ کہ انہوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھا۔ آپ کہہ دیجئے: تمہارے پاس کوئی علم ہے تو اسے ہمارے سامنے ظاہر کرو؟ تم لوگ تو محض خیالی باتوں پر چلتے ہو اور اٹکل پچو سے کام لیتے ہو''۔

اگر ''نوشتۂ تقدیر'' ان کے لیے حجت بن سکتا تو اللہ تعالیٰ خواہ مخواہ کفار و مشرکین کو اپنے عذاب کا مزا نہ چکھاتا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ''رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌ ۢ بَعْدَ الرُّسُلِ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا '' (النساء:۱۶۵) ''خوشخبری دینے والے اور ڈرانے والے رسول بھیجے تاکہ لوگوں کے پاس ان رسولوں کے (آجانے کے) بعد اللہ تعالیٰ پر کسی الزام کا کوئی موقع باقی نہ رہے اور اللہ بڑا زبردست اور بڑی حکمت والا ہے''۔

اسی طرح اگر مخالفین کے لیے ''نوشتۂ تقدیر'' دلیل بن سکتا تو رسولوں کو بھیج کر ان کی ''حجت'' کو باطل نہ ٹھہرایا جاتا کیونکہ پیغمبروں کو بھیجنے کے بعد اگر کوئی مخالفت ہوتی ہے تو وہ صرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ تقدیر ہی سے واقع ہوتی ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''ما منکم من احد الا قد کتب مقعده من النار او من الجنة. فقال رجل من القوم: الا نتکل یا رسول الله ؟ قال: لا، اعملوا فکل میسر، ثم قرأ ''فاما من اعطیٰ واتقیٰ'' (صحیح بخاری: القدر، باب وکان امر اللہ قدرا مقدورا، حدیث: ۶۶۰۵) ''تم میں سے ہر شخص کا ٹھکانا اللہ تعالیٰ نے جنت یا جہنم میں لکھ دیا ہے۔ یہ سن کر جماعت صحابہ میں سے ایک شخص نے سوال کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم اسی پر بھروسہ نہ کرلیں۔ آپ نے فرمایا: نہیں، عمل کرو کیونکہ ہر ایک کے لیے وہ کام آسان بنادیا گیا ہے جس کے لیے وہ پیدا کیا گیا ہے، پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''تو جس نے دیا اور اللہ سے ڈرتا رہا...... الآیۃ''

متذکرہ بالا الفاظ صحیح بخاری کے ہیں اور صحیح مسلم کے الفاظ یہ ہیں: ''فکل میسر لما خلق له '' (صحیح مسلم، القدر، باب کیفیۃ خلق الآدمی، فی بطن اُمہ...... حدیث: ۲۶۴۷) ''ہر ایک کے لیے وہ کام آسان بنادیا گیا ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہے''۔

پس معلوم ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عمل کرنے کا حکم دیا ہے اور عمل کو چھوڑ کر صرف تقدیر ہی پر بھروسہ کرنے سے منع فرمایا ہے۔

بے شک اللہ تعالیٰ نے بندے کو اوامر پر عمل اور نواہی سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے لیکن اس کو اس کی طاقت سے بڑھ کر کسی چیز کا ''مکلّف'' نہیں ٹھہرایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''فَاتَّقُوا اللّٰهَ مَا اسْتَطَعْتُمْ '' (التغابن:۱۶) ''پس جہاں تک تم سے ہو سکے اللہ سے ڈرتے رہو''۔ اور ایک مقام پر ارشاد فرمایا: ''لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا '' (البقرہ:۲۸۶) ''اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر مکلّف نہیں کرتا''۔

اگر بندہ کسی فعل کی انجام دہی پر مجبور ہوتا تو وہ ہر اس فعل کو انجام دینے پر بھی مجبور ہوجاتا جس سے چھٹکارا پانے کی اس میں استطاعت ہے۔ لیکن یہ چیز باطل ہے۔ لہٰذا اگر کسی سے جہالت، نسیان (بھول) اور اکراہ (زبردستی) کے سبب کوئی مصیبت کا کام سرزد ہوجائے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا کیوں کہ وہ معذور ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ''نوشتہ تقدیر'' کو انتہائی پوشیدہ اور صیغۂ راز میں رکھا ہے۔ چنانچہ جس چیز کا پہلے سے اندازہ ٹھہرایا جاچکا ہے، اس کے رونما ہونے کے بعد ہی اس کا علم ہوتا ہے۔ لیکن جب بندہ کوئی کام کرتا ہے تو وہ پہلے سے جانتا ہے کہ وہ کس کام کا ارادہ رکھتا ہے، پس اس کے فعل کا ارادہ اللہ تعالیٰ کی قدرت کے بارے میں اس کے علم پر مبنی نہیں ہوتا۔ یہ چیز نافرمانی کے کاموں پر تقدیر سے استدلال کی نفی کرتی ہے، کیوں کہ جس چیز کا علم ہی نہ ہو وہ کسی امر کے لیے دلیل کیسے بن سکتی ہے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ انسان دنیاوی معاملات میں ہر پسندیدہ اور نفع بخش چیز کا حریص ہوتا ہے اور جب تک اسے پا نہ لے اس کا متمنی و متلاشی رہتا ہے۔ جبکہ ناپسندیدہ اور غیر نفع بخش چیزوں کی طرف ہرگز توجہ نہیں دیتا، اور اپنی توجہ پر ''تقدیر'' سے دلیل پکڑتا ہے تو امور دین میں اس کے لیے جو چیزیں نفع بخش ہوسکتی ہیں ان کو چھوڑ کر تکلیف دہ چیزوں کی طرف اس کا پلٹنا اور پھر اس پر ''نوشتہ تقدیر'' سے استدلال کرنا کیوں کر درست ہوسکتا ہے؟ کیا ان دونوں (دینی اور دنیاوی) امور کا معاملہ یکساں نہیں ہے؟

☆☆

اولاد: اللہ کی عظیم نعمت

خورشید عالم مدنی، پٹنہ
9934671798

اولاد (بچے ہو یا بچیاں) والدین کی آنکھوں کی ٹھنڈک، دل کی دھڑکن، روح کا سرور اور آنگن کے پھول ہیں۔ سکون وراحت کا باعث اور تمناؤں کے مرکز ہیں۔ یہ زندگی کا محور اور بہاروں کا پیغام ہے۔ قوم و ملک کا قیمتی سرمایہ اور ان کے درخشاں وتابناک مستقبل کے ذمہ دار ہیں۔ اولاد کے بغیر زندگی کا تصور ادھورا، خوشیاں نامکمل، گلشن حیات خزاں دیدہ ہے۔ زندگی کی ساری بہاریں اسی سے قائم ہیں اَلْـمَـالُ وَ الْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (الکہف:46) "مال اور بیٹے دنیوی زندگی کی زینت ہیں"۔

اس نعمت کے حصول کے لئے انبیاء کرام علیہم السلام اللہ سے دعائیں مانگتے تھے ابراہیم علیہ السلام نے دعا مانگی رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ (الصافات:100) "میرے رب! مجھے ایک نیک لڑکا دے"۔

زکریا علیہ السلام رات کے سناٹے میں چپکے چپکے یہ فریاد کرتے فَهَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا يَّرِثُنِيْ وَيَرِثُ مِنْ اٰلِ يَعْقُوْبَ وَاجْعَلْهُ رَبِّ رَضِيًّا (مریم:5-6) "اے میرے رب تو مجھے اپنے پاس سے ایک لڑکا عطا کر جو (دعوتی کاموں میں) میرا اور آل یعقوب کا وارث بنے، اور میرے رب! اسے تو سب کا محبوب بنا"

خوش قسمت ہیں وہ والدین جنہیں اللہ تعالی نے اس نعمت سے نوازا ہے ورنہ اس سے محروم انسان دربدر کی ٹھوکریں کھا رہا ہے۔ اور کتنی عورتوں نے نقلی باباؤں، ظالم فقیروں اور ڈاکو عاملوں کے ہاتھوں ایمان وعقیدہ کے ساتھ اپنی عفت وعصمت کو بھی داغدار کر دیا ہے، صرف اس تمنا میں کہ کسی طرح گود بھر جائے اور زندگی میں ایک پھول کھل جائے۔

یاد رکھیں! یہ اولاد آپ کی گردن میں اللہ کی امانت ہے۔ اور قیامت کے دن اس امانت سے متعلق آپ پوچھے جائیں گے۔ آپ نے ان کی، ان کے ایمان وعقیدہ کے حفاظت کی یا یوں ہی برباد ہونے کے لیے سر بازار کا رسڑک و چوراہے پر چھوڑ دیا۔ اور خاص طور پر ایسے زمانے میں جب کہ الحاد ودہریت، فتنے اور عریانیت، بگاڑ و بے حیائی کا امڈتا سیلاب ہمارے معاشرے میں داخل ہو رہا ہے۔ ایمان والوں کی اولادیں بے ایمان ہو رہی ہیں۔ اور ہمارے نوجوان رسول گرامی وصحابہ کرام کو اپنا آئیڈیل بنانے اور منہج سلف پر چلنے کے بجائے، اسلامی تہذیب کو اختیار کرنے کے بجائے وہ فلمی دنیا کے ہیرو کے پیچھے دوڑ رہے ہیں اور مغربی تہذیب کے دلدادہ نظر آرہے ہیں۔ سوشل میڈیا کے اس زمانے میں جب کہ بچوں کے بگڑنے اور اخلاقی اقدار کو پامال کرنے کے امکانات بہت زیادہ ہیں۔ ہمیں اولاد کے تئیں کافی متفکر، بیدار اور متحرک ہونا چاہیے۔ اور اپنی دینی اور اخلاقی ذمہ داریوں کو محسوس کرتے ہوئے ان سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کرنی چاہیے۔ اور نئی نسل کی صالح تربیت کر کے اور بے راہ روی سے بچا کر صحیح راہ پر لگانے کا عزم کرنا چاہیے۔

دنیا بہت ترقی کر گئی ہے، سائنس بہت آگے بڑھ چکی ہے لیکن کیا یہ حقیقت نہیں کہ انسانی معاشرہ اخلاق عالیہ، اخلاقی وانسانی اقدار، تہذیب وشرافت کی بیش بہا نعمتوں سے محروم ہے؟

پرندوں کی طرح تو ہم آکاش میں اڑنے لگے لیکن انسانوں کی طرح ہمیں زمین میں چلنا نہیں آیا۔

اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ تعلیم تو ہے، اعلیٰ ڈگریاں بھی ہیں لیکن ہماری تعلیم کا رشتہ ایمان کے ساتھ مربوط نہیں ہے۔ ہمارے اندر اس جوہر تربیت کا فقدان ہے جس سے معیاری وصالح افراد کی تعمیر ہوتی ہے اور تعلیم کے اعلی مقاصد حاصل ہوتے ہیں۔

یاد رکھیں! اگر ہم نے اپنے بچوں کی تربیت کی تو وہ نیک وصالح بن کر والدین، معاشرہ، ملک وقوم اور دین وملت کی خدمت کریں گے۔ اللہ کی زمین کو گہوارہ امن و سکون بنائیں گے اور سماج کو ترقی کی راہ پر لگائیں گے، اور اگر ہم نے ان کو لائق وفائق بنانے سے اعراض کیا، ان کے اعمال وکردار، عقیدہ ومنہج کو سنوارنے اور سجانے سے اغماض سے کام لیا تو "انا للہ" پڑھ لیجئے۔ دل کے ارمان، خاندانی وقار، سماجی عظمت سب مٹی میں مل جائیں گے۔ اور آپ کے نصیب میں صرف ہچکیاں، سسکیاں، آہیں بھرنا رہ جائیں گی، اور اس وقت پچھتانے سے کوئی فائدہ نہ ہوگا اس لئے ان کی بہتر تعلیم وتربیت کی فکر کیجئے۔

یہی طفلان مکتب جن سے وابستہ ہیں مستقبل
انہیں ذروں کو چمکا کر شب مہتاب کرنا ہے

چونکہ اولاد کی تربیت میں ماں کا کلیدی رول ہوتا ہے، باپ بے چارہ تلاش

معاش میں ملک و بیرون ملک کا چکر لگاتا ہے۔ اور بچے ماں سے زیادہ مانوس بھی ہوتے ہیں۔ اس لئے بچوں کے کامیاب مستقبل اور اچھی تربیت کے لئے اچھی اور نیک بیوی کا انتخاب نہایت ضروری ہے۔ ایسی عورت تربیت اولاد میں کیا کردار ادا کر سکتی ہے جو خود صاحب کردار نہیں ہے۔ اولاد کی تربیت کئی خطوط پر ہونی چاہیے اس سلسلے میں سورہ لقمان آیت نمبر 13 سے 19 تک پڑھیں اور بار بار پڑھیں اور اسے گہرائی سے سمجھیں۔ ان شاء اللہ تربیت کا انداز سمجھ میں آجائے گا، اور اولاد کی تربیت کے تئیں فکر مندی کو سمجھنے کے لئے حضرت یعقوب علیہ السلام کے اس اسوہ کو سامنے رکھیں جسے قرآن کریم نے بیان کیا ہے۔ زندگی کے آخری لمحے میں بوڑھے یعقوب علیہ السلام کو اگر فکر تھی تو اس بات کی کہ میری اولاد توحید پر قائم رہے، انہوں نے اپنے اس عمل سے دنیا کو یہ پیغام دیا کہ والدین کو زندگی کی آخری سانس تک اولاد کی صالحیت کی فکر ہونی چاہیے اور دنیا سے جاتے ہوئے بھی اولاد کو متاع توحید کی حفاظت کی تلقین کرنی چاہیے۔ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ بَعْدِيْ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَ اِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ (البقرۃ:133) " کیا جب یعقوب کی موت قریب تھی تو تم لوگ وہاں موجود تھے؟ جب اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میرے بعد تم لوگ کس کی عبادت کرو گے؟ انہوں نے کہا کہ ہم آپ اور آپ کے آباء ابراہیم، اسماعیل اور اسحاق کے معبود، ایک اللہ کی عبادت کریں گے اور ہم اسی (ایک اللہ) کے اطاعت گزار ہیں۔" اور اسی تربیت کے پیش نظر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو ساری دنیا کے لیے سراپا رحمت بنا کر بھیجے گئے تھے اور آپ نے اپنی زندگی میں کبھی کسی بچے کو نہیں مارا مگر نماز کے تعلق سے آپ نے سختی کرنے کی ہدایت فرمائی مروا أولادكم بالصلوة وهم ابناء سبع سنين واضربوهم عليها وهم أبناء عشر وفرقوا بينهم في المضاجع (ابوداؤد:495) " اپنی اولاد کو نماز کا حکم دو جب وہ سات سال کے ہو جائیں اور جب وہ دس سال کے ہوں تو ترک صلوۃ پر تادیبی ضرب لگاؤ اور ان کے سونے کی جگہیں علیحدہ کردو۔''

اولاد کا یہ حق ہے کہ آپ ان میں سے کسی کو عاق (حق سے محروم) نہ کریں۔ بیٹی کو وراثت سے محروم نہ کریں بلکہ اولاد کے درمیان برابری اور عدل وانصاف سے کام لیں۔ جیسا کہ رسول گرامی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت نعمان بن بشیرؓ کے والد سے فرمایا اتقوا الله واعدلوا بين أولادكم اللہ سے ڈرو اور اپنی اولاد کے درمیان عدل وانصاف کرو (بخاری، کتاب الھبۃ) ایک دوسری روایت میں نعمان ابن بشیرؓ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میرے والد کی بات سن کر فرمایا لا أشهد على الجور (مسلم، کتاب الھبات)" مجھے ایسے معاملہ پر گواہ نہ بناؤ اس لیے کہ میں جور وظلم پر گواہ نہیں بنتا۔

سماج میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو لڑکے کی پیدائش پر تو لڈو بانٹتے ہیں، پھولے نہیں سماتے مگر جب ان کے گھر لڑکی پیدا ہوتی ہے تو وہ مغموم ہو جاتے ہیں، مرجھا جاتے ہیں اور بیوی کو منحوس سمجھنے لگتے ہیں بلکہ اسے طلاق دینے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ جبکہ یہ معاملہ (بیٹا بیٹی دینا) مکمل اللہ کے ہاتھ میں ہے اور ہمیں اللہ کے فیصلے پر راضی ہونا ہے۔ کچھ ایسے بھی ہیں جو عورت کے رحم میں اگر لڑکی ہوتی ہے تو اسے ساقط کرا دیتے ہیں۔ یہ ایک قبیح و جاہلانہ عمل جو معیار انسانیت سے گری ہوئی ہے اور ایسے لوگ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے دشمن اور اللہ کے قانون کے باغی ہیں۔ انہیں توبۃ النصوح کرنا چاہیے۔

اسلام نے بچیوں کی پرورش کو باعثِ اجر وثواب قرار دیا ہے اور اس کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے۔ ارشاد نبوی ہے من عال جاريتين حتى تبلغا جاء يوم القيامة أنا وهو هكذا وضم اصبعيه (مسلم:2631)" جس نے دو بچیوں کی جوان ہونے تک پرورش کی تو میں اور وہ قیامت کے دن اس طرح آئیں گے، آپ نے اپنی انگلیوں کو ملا کر فرمایا۔'' ظاہری بات ہے کہ یہ عظیم خوشخبری لڑکوں کے لئے نہیں بلکہ صرف لڑکیوں کے لئے ہے۔ بلا شبہ یہ لڑکیاں کائنات کا جوہر اور زندگی کے چمن کا پھول ہیں۔ کیا یہ حقیقت نہیں کہ جب نالائق بیٹوں نے بوڑھے والدین کو ٹھکرایا ہے تو ان کی بیٹیوں نے انہیں سہارا دیا اور آخری زندگی تک ان کی خدمت کی ہے، ان کی محبت خالص ہوتی ہے، حرص وطمع سے پاک ہوتی ہے۔ اللہ ہمیں سچی توفیق دے۔

☆☆☆

مکتبہ ترجمان کی

نصابی کتابیں

چمن اسلام قاعدہ	30/-
چمن اسلام اول	24/-
چمن اسلام دوم	30/-
چمن اسلام سوم	30/-
چمن اسلام چہارم	34/-
چمن اسلام پنجم	35/-
چمن اسلام مکمل سیٹ	183/-

امت محمدیہ پر نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق

سراج احمد آس محمد سلفی

خاتم الانبیاء سید الکونین اور امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبہ، فضائل ومعجزات اور بعض خصائص کو امت مسلمہ کے علاوہ غیروں نے بھی تسلیم کیا ہے اسلامی شریعت نے ایک دوسرے کے کیا حقوق ہوتے ہیں بالکل واضح کردیا ہے ان میں سے ایک یہ ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے حقوق ان کی امت پر کیا ہیں ہر ایک کی قرآن وحدیث کی روشنی میں واضح کرنے کی کوشش کروں گا امید ہے کہ قارئین کرام کے لیے مفید ہوں گے۔

۱-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عبدیت اور رسالت کا اقرار کرنا۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت محمدیہ پر سب سے پہلا حق یہ ہے کہ وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا بندہ اور آخری رسول تسلیم کرے حالانکہ ہر مسلمان کلمہ شہادت پڑھتے ہوئے اقرار کرتا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود حقیقی نہیں اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا قول: ''فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالنُّوْرِ الَّذِیْٓ اَنْزَلْنَا وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ''،یعنی تم اللہ اور رسول پر ایمان لے آؤ اور اس نور(قرآن مجید) پر بھی جو ہم نے نازل کیا ہے اور تم جو کرتے ہو اللہ اس سے باخبر ہے۔(سورہ التغابن آیت ۸)۔

اس عبدیت اور رسالت کے اقرار کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کے راوی حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ ہیں بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''طوبى لمن رآني و آمن بي وطوبى سبع مرات لمن لم يرني و آمن بي''۔یعنی خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا اور سات مرتبہ خوش خبری ہے اس شخص کے لیے جس نے مجھے نہیں دیکھا اور مجھ پر ایمان لایا۔الصحیحہ للالبانی:۱۲۴۱

۲-رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرنا۔رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا حق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ محبت آپ سے کی جائے اور محبت کا معیار ایسا ہو کہ اللہ کی مخلوق میں کسی دوسرے سے ایسا نہ ہو۔

اللہ تعالیٰ کا قول: ''قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ ''۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم کہہ دیجئے اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری تابعداری کرو۔(آل عمران:۳۱)

اپنی محبت کے تعلق سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لا يؤمن احدكم حتى اكون احب اليه من والده وولده والناس اجمعين''۔یعنی تم میں سے کوئی مومن نہیں ہوسکتا یہاں تک کہ اپنی اولاد اپنے والد اور دیگر تمام لوگوں کی نسبت مجھ سے زیادہ محبت کرے۔(بخاری شریف:۱۵،مسلم شریف:۴۴)

۳-آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعظیم وتوقیر کرنا۔امت محمدیہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تیسرا حق یہ ہے کہ آپ کی تعظیم کی جائے اور اپنے دل وجان سے آپ کا احترام کیا جائے۔توقیر وتعظیم کو برقرار رکھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کے اندر ارشاد فرمایا: ''لَا تَجْعَلُوْا دُعَآءَ الرَّسُوْلِ بَیْنَكُمْ كَدُعَآءِ بَعْضِكُمْ بَعْضًا'' یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اس طرح مت پکارو جیسا کہ تم آپس میں ایک دوسرے کو بلاتے، پکارتے ہو۔(سورہ النور:۶۳)

اس سلسلہ میں اللہ کے رسول جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا قول ''لاتطروني كما اطرت النصارى ابن مريم انما انا عبد فقولوا عبدالله ورسوله'' یعنی میری تعظیم وتکریم میں حد سے تجاوز نہ کرو میں تو محض ایک بندہ ہوں لہذا تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہی کہو۔مزید تفصیل کے لیے صحیح بخاری دیکھئے:

اس حدیث سے آپ کی تعظیم وتوقیر کی بات معلوم ہوتی ہے لیکن تعظیم وتوقیر ایسی نہ ہو جن اختیارات کا مالک اللہ ہو مجھ کو تصور کیا جائے جو حرام ہے۔

۴-اسوۂ حسنہ پر عمل کرنا۔امت پر آپ صلی اللہ علیہ کا چوتھا حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی زندگی کا آئیڈیل تصور کیا جائے تمام قول وکردار یہاں تک کہ زندگی کے ہر شعبے میں آپ کی پیروی کی جائے۔

فرمان الٰہی: ''لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِیْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ یَرْجُوا اللّٰهَ وَالْیَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِیْرًا ''۔یعنی تمہارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں عمدہ نمونہ موجود ہے ہر اس بندے کے لیے جو اللہ تعالیٰ کی اور قیامت کے دن کی امید رکھتا ہو اور زیادہ سے زیادہ اللہ کا ذکر واذکار کرتا ہو۔(احزاب:۲۱)

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دل سے چاہتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سچی محبت کرتے تھے آپ کا ہر فعل صحابہ کرام کے نزدیک بلا تردد قابل عمل ہوتا جیسا کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سونے کی انگوٹھی پہنی تو لوگوں نے بھی سونے کی انگوٹھیاں پہن لیں پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے سونے کی انگوٹھی پہنی تھی اس کے بعد آپ نے اپنی انگوٹھی اتار کر پھینک دی اور فرمایا انی لن البسه ابدا یعنی اب میں اسے کبھی نہیں پہنوں گا۔

چنانچہ لوگوں نے بھی اپنی انگوٹھیاں اتار کر پھینک دیں۔(صحیح بخاری:۲۹۸)

۵-اطاعت وفرماں برداری کرنا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پانچواں حق یہ ہے کہ آپ کی اطاعت کی جائے آپ کی اطاعت میں ذرہ برابر نافرمانی نہیں ہونی چاہئے۔

اللہ کا قول: ''مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ''یعنی جس نے رسول کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی۔(سورہ نساء:۸۰)

اس آیت کے اندر اللہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت سے تعبیر کیا ہے۔

اپنی اطاعت کے تعلق سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: راوی حدیث

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (عبدالرحمٰن بن صخر الدوسی) ہیں وہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میری امت کے تمام لوگ جنت میں جائیں گے سوائے ان کے جس نے انکار کیا۔ صحابہ کرام نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا، انکار کون کرتا ہے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ نے فرمایا جس نے میری اطاعت کی وہ جنت میں جائے گا اور جس نے میری نافرمانی کی گویا اس نے انکار کیا۔ صحیح بخاری: ۷۲۸۰

۶- اختلافی مسائل میں فیصل ماننا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا امت پر چھٹا حق یہ ہے کہ اختلافی مسائل میں آپ کو اور آپ کے احادیث مبارکہ کو فیصل مانا جائے اور ان کے سامنے سرِتسلیم خم کر دیا جائے اور ان کے مقابلے میں کسی کی رائے یا کسی کے مسلک کو کوئی اہمیت نہ دی جائے۔

اللہ کا قول ہے: ''فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتّٰى يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِيٓ أَنْفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا''

پس قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہیں ہو سکتے جب تک آپس کے تمام اختلاف میں آپ کو حاکم و فیصل نہ مان لیں پھر جو فیصلہ آپ ان میں کر دیں اس سے وہ دل میں کسی طرح کی تنگی اور ناخوشی محسوس کریں اور فرمانبرداری کے ساتھ قبول کر لیں۔ (نساء: ۶۵)

صحیح بخاری میں ایک حدیث مروی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے حجر اسود کے استلام کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا۔ رایت رسول الله صلى الله عليه وسلم يسلمه ويقبله ۔یعنی میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا کہ آپ نے استلام کیا اور بوسہ دیا یہی ہمارے لیے کافی ہے۔

۷- کثرت سے درود پڑھنا۔ امت مسلمہ پر ساتواں حق یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر زیادہ سے زیادہ درود شریف پڑھا جائے۔

اللہ کا قول: ''إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ يٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا''۔ بے شک اللہ تعالیٰ (فرشتے کے سامنے) نبی کی تعریف کرتا ہے اور اس کے فرشتے اس نبی پر درود بھیجتے ہیں اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود بھیجو اور خوب سلام بھی بھیجتے رہو۔ (سورہ احزاب: ۵۶)

درود کے تعلق سے آپ نے فرمایا: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من صلى علي واحدة صلى الله عليه بها عشرا ''یعنی جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجتا ہے اللہ تعالیٰ اس پر اپنی دس رحمتیں بھیجتا ہے، اس کے دس گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے دس درجات بلند کرتا ہے۔ (مسلم: ۴۰۹)

یہ سات مخصوص حقوق امت محمدیہ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جس پر عمل کرنا ہر مسلمان کے لیے ضروری ہے۔

آخر میں دعا ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو تمام معاملات میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو اپنا لائحہ عمل بنانے اور تمام اختلافی معاملات میں آپ کو فیصل تسلیم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

شرائط حصول تصدیق نامہ

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

(۱) وہ طلباء جو اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے بیرونی جامعات میں داخلے کے خواہش مند ہوں اور انہیں مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا توصیہ مطلوب ہو وہ درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، تعلیمی اسناد کی مصدقہ فوٹو کاپی دو اساتذہ کا تزکیہ اور صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا تزکیہ دفتر میں جمع کریں۔ مذکورہ معلومات و کاغذات کی روشنی میں غور کرنے کے بعد ہی توصیہ جاری کیا جائے گا۔

(۲) وہ ذمہ داران معاہد و مدارس و جامعات جنہیں حصول تعاون کے لیے مرکزی جمعیت کا توصیہ یا اس کی تجدید مطلوب ہو، درج ذیل شرائط کی تکمیل کے بعد توصیہ حاصل کر سکتے ہیں:

(الف) ادارے کے لیٹر ہیڈ پر توصیہ کے لیے ذمہ دار ادارہ کی جانب سے درخواست بنام امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند۔

(ب) متعلقہ صوبائی جمعیت کے امیر/ ناظم کا، امیر/ ناظم عمومی مرکزی جمعیت کے نام سفارشی خط یا نئی تصدیق جس میں معیار تعلیم، تعداد طلبہ و اساتذہ مذکور ہو۔

(ج) جمعیت کے شعبۂ احصائیات برائے مدارس میں اندراج۔

(د) جمعیت کے آرگن پندرہ روزہ ''جریدہ ترجمان'' (اُردو)، ماہنامہ ''اصلاح سماج'' (ہندی)، نیز ماہنامہ ''دی سمپل ٹروتھ'' (انگریزی) کا ادارہ کے نام اجراء اور قدیم خریدار ہونے کی صورت میں اس کے بقایاجات کی ادائیگی۔

(۳) علاوہ ازیں مرکزی جمعیت کی جانب سے سفارشی خطوط حاصل کرنے کے لیے ذمہ داران صوبائی و ضلعی جمعیات و معروف علماء کرام کی نئی تصدیقات کا پیش کیا جانا لازمی ہے۔ درخواست دہندہ اپنے دستخط کے ساتھ نام اور عہدہ صاف صاف لکھیں۔ کسی بھی قدیم تصدیق کی تجدید یا اس میں حذف و اضافہ کے لیے صوبائی جمعیت سے حاصل شدہ نئی اصل تصدیق کا پیش کیا جانا ضروری ہے بصورت دیگر کوئی بھی عذر مقبول نہ ہوگا۔

نوٹ: جو حضرات مرکزی جمعیت کی تصدیق کے خواہاں ہوں وہ کسی بھی قسم کی زحمت سے بچنے کے لئے رمضان سے قبل تصدیق حاصل کر لیں اور بذریعہ ڈاک منگوانے کے لئے رجسٹری ڈاک خرچ نقد نیز جریدہ ترجمان، اصلاح سماج و دی سمپل ٹروتھ کے بقایاجات کی رسید کی فوٹو کاپی ارسال کرنا نہ بھولیں۔

دفتر نظامت عامہ: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

اسلام میں قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک

شفاء اللہ محمد الیاس بھواروی

یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ انسان آزادانہ زندگی کو اتنا ہی پسند کرتا ہے جتنا کہ ایک بچہ اپنی ماں کی گود کو، کیوں کہ آزادانہ زندگی انسان خوشی ومسرت، الفت ومحبت اور اخوت وبھائی چارگی کے ساتھ بسر کرتا ہے، اس لیے انسان غلامی کی زندگی سے اتنا ہی دور بھاگتا ہے جتنا کہ بکری شیر سے، کیوں کہ مقید زندگی میں انسان کو طرح طرح کے مصائب وآلام کا سامنا ہوتا ہے، ظلم وستم، تکلیف والم، اور سفاکیت وبربریت کے مسلسل واروں سے مجروح اور چور ہوجاتا ہے، اس پر اس قدر شرمناک مظالم ڈھائے جاتے ہیں کہ جس سے انسانیت کا سر خم ہوجائے، دنیا میں قیدیوں کے ساتھ جو سلوک ہورہا ہے وہ ناقابل بیان اور برداشت سے باہر کی چیز ہے، ان مظالم کے سدباب کے لیے حقوق انسانی کی مختلف مہمیں چلائی جارہی ہیں، دن بدن تحریکیں رونما ہورہی ہیں اور اخباروں میں وزراء کے بیان کا طوفان بپا ہے، مگر حالات جوں کے توں برقرار ہیں، ان عقل کے اندھوں کو اب بھی سوچنا چاہئے کہ اس الجھاؤ کا سلجھاؤ کہیں موجود ہے تو وہ قانون اسلام ہے۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو یہ تلقین کی ہے کہ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کیا جائے، ان کے ساتھ اچھا برتاؤ رکھا جائے، اور انہیں ہر طرح کی کلفت سے محفوظ رکھا جائے، اسلام مسلمانوں کو یہ بھی تعلیم دیتا ہے کہ مظلوم کو اس کا حق دلانے کے لیے ظالم کو کیفر کردار تک پہنچایا جائے اور اس راہ میں آنے والی ہر مصیبت کو خوشی خوشی جھیل لینا بھی ضروری قرار دیا گیا ہے۔ قرآن کے اندر سورہ دھر میں ایسے لوگوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے جو اپنا کھانا ضرورت کے باوجود قیدیوں کھلاتے ہیں: ﴿وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا﴾ (الدھر:۸) ''وہ لوگ قیدیوں کو اس لیے کھلاتے ہیں تاکہ اللہ کی خوشنودی حاصل ہوجائے۔'' یہ بات یاد رکھنے کی ہے کہ وہ قیدیوں کو اس لالچ میں نہیں کھلاتے کہ انہیں کوئی اجر ملنے والا ہے بلکہ: ﴿اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا﴾ (الدھر:۹) ''ہم تو تمہیں (قیدیوں کو) صرف اللہ کی خوشنودی کے لیے کھلاتے ہیں ہم تم سے کوئی بدلہ اور شکر گزاری نہیں چاہتے۔'' عمر بن عبدالعزیزؒ فرماتے ہیں: غیر مسلم قیدی کا جب تک فیصلہ نہ ہوجائے اس کو کھلایا پلایا جائے اور اچھی طرح رکھا جائے، قاضی ابویوسف نے خلیفہ ہارون رشید کو اسلامی تعلیمات کی روشنی میں ہدایات جاری کی تھیں کہ ان قیدیوں کے لیے حسب حال کھانے پینے کا نظام کیجئے، ان کا ماہانہ وظیفہ متعین کردیجئے اور کسی ایسے خداترس شخص کو ان کا افسر مقرر کردیجیے جو تمام قیدیوں کا اندراج رکھے۔'' پیغمبر انسانیت کا قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک مشہور ومعروف ہے، پورے عہد نبوی میں کل 6564 قیدی مسلمانوں کے ہاتھ لگے جن میں 6000 صرف ایک غزوہ حنین میں گرفتار کئے گئے تھے، ان سب کو بلاکسی شرط کے رہائی دی گئی تھی، صرف ان چند قیدیوں کو رہائی سے دور رکھا گیا جن کے ساتھ نظم وضبط کی برقراری اور انصاف کے تقاضوں کو پورا کرنے کے لیے سختی ضروری تھی، ورنہ صحیح بات تو یہ ہے کہ اگر کبھی کسی قیدی کو زیادہ سختی سے جکڑ دیا جاتا تو اس پر بھی آپ ﷺ تڑپ اٹھتے۔

غزوۂ بدر میں 70 افراد کو مسلمانوں نے قید کیا، جن میں آپ کے چچا حضرت عباس بھی تھے، انہیں بھی نہایت شدت سے باندھ دیا گیا تھا، جس پر وہ کراہ رہے تھے، ان کی اس کیفیت نے رات بھر آپ کو سونے نہیں دیا، یہ دیکھ کر ایک صحابی نے حضرت عباس کی رسی ڈھیلی کردی، آپ نے فرمایا انہی کی نہیں سب قیدیوں کی رسی ڈھیلی کردو۔

انہیں قیدیوں میں سے ایک قیدی ابوعزیر کا بیان ہے کہ میں جن مسلمانوں کی دیکھ ریکھ میں تھا وہ خود کھجور وغیرہ معمولی چیز پر گزارہ کرلیتے اور مجھے روٹی اور عمدہ کھانا پیش کرتے، مجھے شرم آتی لیکن وہ بہ اصرار مجھے کھلا دیتے اور یہ سب کچھ اس بنیاد پر تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کو ہم قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید کردی تھی۔

یمامہ کے سردار ثمامہ بن اثال پر جرائم کی کئی دفعات عائد تھیں، ان کو گرفتار کرکے جب خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو آپ ان کے ساتھ نہایت فیاضی اور سیر چشمی سے پیش آئے، آپ کے ساتھ آپ کے اصحاب بھی مسلسل تین دن تک ان کو حسن اخلاق کا ایسا جام پلاتے رہے کہ چوتھے روز خود اخلاق وکردار کے جام سے شکم سیر ہوکر حلقہ بگوش اسلام ہوگئے۔

یہ تو صرف چند مثالیں تھیں جو قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک اور انہیں اپنی ضرورت پر ترجیح دینے کی بابت ذکر کی گئی ہیں، ان کے علاوہ بے شمار ایسی مثالیں کتب احادیث وسیر میں موجود ہیں جن سے یہ سبق ملتا ہے کہ اسلام نے ہر حال میں انسانی حقوق کی فراہمی، مظلوم کی ظلم وستم رانیوں سے نجات دہانی اور قیدیوں کو قید وبند میں بھی محبت والفت اور حقوق وسامان ضروریات عطا کرنے کی ترغیب دی ہے اور مسلمانوں کو اس پر کاربند بنایا ہے، خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اصحاب رسول اللہ نے اس کی عملی وقولی بے شمار مثالیں پیش کی ہیں جو آج بھی اپنی پرانی شکل میں محفوظ ہیں۔

لیکن افسوسناک امر تو یہ ہے کہ ان تمام کے باوجود آج اسلام ہی پر یہ الزام عائد کیا جاتا ہے کہ وہ قیدیوں کو تو کیا پوری انسانیت کو اس کے حقوق سے محروم رکھتا ہے، مسلمانوں پر یہ بھی ایک بے بنیاد الزام ہے کہ اس نے اسلام کی تبلیغ کی راہ میں ناحق لوگوں کو قید کیا اور انہیں سلاسل واغلال میں جکڑ کر بے جا سزائیں دیں، لیکن یہ سب باتیں تاریخ وسیر سے بے بنیاد ثابت ہوچکی ہیں، تو اریخ آج بھی اپنے دامن میں عملی وقولی دلائل کا ذخیرہ لیے ہوئے ہیں، اسلام انسانی حقوق کا محافظ اور قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک روا رکھنے کا علمبردار رہا ہے۔

☆☆☆

میت کو دفن کرنے کے بعد کی دعا

مولانا اسعد اعظمی

دعائیں عبادات کا اہم حصہ ہیں، اور عبادت صرف اللہ کی کی جاتی ہے۔ الگ الگ اوقات وحالات کی الگ الگ دعائیں ہوتی ہیں، ان دعاؤں کا ہر فرد مسلم کو علم ہونا چاہیے کہ کس موقع پر کیا دعا کی جائے۔

میت کو دفن کرنے کے بعد قبر کے پاس کھڑے ہوکر اس کے لیے دعا کرنا مشروع ومسنون ہے۔ حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ:

''كان النبي ﷺ إذا فرغ من دفن الميت وقف عليه فقال: استغفروا لأخيكم، وسلوا له التثبت، فإنه الآن يسأل.''

(ابوداوٗد:۳۲۲۱، حاکم:۱/۳۷۰، بیہقی:۴/۵۶، صححه الألباني)

یعنی نبی اکرم ﷺ جب میت کو دفن کرکے فارغ ہوتے تو وہاں کھڑے ہوتے اور فرماتے کہ اپنے بھائی (میت) کے لیے مغفرت کی دعا کرو، اور اس کے لیے ثابت قدمی طلب کرو، کیوں کہ اس وقت اس سے سوال کیا جارہا ہے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اس خاص وقت میں میت کے لیے دوطرح کی دعائیں کی جائیں گی، ایک مغفرت اور بخشش کی، دوسرے ثابت قدمی کی۔ یعنی ان الفاظ میں یہ دعا کی جاسکتی ہے:

''اَللّٰهُمَّ اغْفِرْ لَهُ، وَثَبِّتْهُ بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ''

اے اللہ! اسے بخش دے، اور قول ثابت پر اسے برقرار رکھ۔

اگر یہ دعا یاد نہ رہے تو اپنے الفاظ میں اس مفہوم کی ادائیگی کرسکتا ہے، اور مناسب یہ ہے کہ بار بار اس دعا کو دہرائے۔

معلوم ہو کہ تدفین کے بعد قبر میں میت کے پاس دو فرشتے آتے ہیں جو اس سے کچھ سوالات کرتے ہیں، اگر بندہ ان سوالوں کے صحیح جواب دے دیتا ہے تو اس کے لیے جنت کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور جنت کا لباس پہنا دیا جاتا ہے اور جنت کا بستر بچھا دیا جاتا ہے، قبر اس کے لیے خوب کشادہ کردی جاتی ہے اور وہ مزے سے رہتا ہے۔ فرشتوں کے سوالات اس طرح ہوتے ہیں:

۱۔ من ربک؟ تیرا رب کون ہے؟

۲۔ ما دینک؟ تیرا دین (مذہب) کیا ہے؟

۳۔ ما هذا الرجل الذي بعث فيكم؟ وہ کون شخص تھے جنہیں تمہارے پاس بھیجا گیا تھا؟

۴۔ ما عملک؟ تیرا عمل کیا ہے؟

مومن بندہ ان سوالوں کا صحیح جواب اس طرح دیتا ہے:

۱۔ میرا رب اللہ ہے۔

۲۔ میرا دین (مذہب) اسلام ہے۔

۳۔ وہ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔

۴۔ میں نے قرآن پڑھا، اس پر ایمان لایا اور اس کو سچا مانا۔

اگر بندہ اس طرح صحیح صحیح جواب دے لیتا ہے تو یہی اس کی ثابت قدمی ہے اور کامیابی ہے۔ اب اس کے آگے کے مرحلے بھی اس کے لیے آسان ہوجاتے ہیں۔

اس کے برعکس کافر وفاجر شخص ان سوالوں میں سے ہر سوال پر کہے گا ہائے مجھے نہیں معلوم۔ پھر اس کے لیے جہنم کی کھڑکی کھول دی جاتی ہے اور جہنم کا بستر لگا دیا جاتا ہے....الخ۔ (ابوداوٗد:۴۷۵۳، ۴۷۵۴، صححہ الالبانی)

قرآن کریم کی آیت ہے: ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِيْ الآخِرَةِ۔ سورہ ابراہیم:۲۷﴾

''ایمان والوں کو اللہ تعالیٰ پکی بات کے ساتھ مضبوط رکھتا ہے دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی''

اللہ کے نبی ﷺ نے فرمایا کہ یہ آیت عذاب قبر کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے، بندے سے پوچھا جائے گا کہ تیرا رب کون ہے؟ تو وہ کہے گا کہ میرا رب اللہ ہے، اور میرے نبی محمد ﷺ ہیں، یہی مطلب ہے اس آیت کا ﴿يُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِيْنَ آمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِيْ الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِيْ الآخِرَةِ﴾ (صحیح مسلم:۲۸۷۱)

تدفین کے بعد میت کے لیے مغفرت اور ثابت قدمی کی دعا وہاں حاضر ہر شخص کو اپنے طور پر کرنی چاہیے۔ اجتماعی دعا کو عادت بنالینا، اس کی پابندی کرنا اور اسے مسنون سمجھنا درست نہیں۔ ہر شخص اپنے طور پر دعا شروع کرے اور اپنے طور پر اسے ختم کرے، امام کے آغاز وانتہا کا انتظار نہ کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین کا صحیح علم عطا فرمائے، اور دنیا وآخرت دونوں جگہ کلمۂ حق پر ثابت قدم رکھے۔ (آمین) ☆☆

طب و صحت

ڈاکٹر ایم، این، بیگ
پوسٹ بکس18، ٹونک Tonk-304001
موبائل-9460805389

سفید داغ - برص

برص کو Leukoderma پھلبری Witiligo، سفید داغ بھی کہا جاتا ہے، ہمارے ملک میں کینسر، ٹی بی، H.I.V، ایڈس A.I.D.S، سوزاک آتشک جیسے امراض تو تیزی کے ساتھ پھیل ہی رہے ہیں، لیکن ان کے علاوہ برص کی بیماری بھی تیزی سے پھیلتی جارہی ہے، یہ کسی علاقہ، صوبے، شہر اور قصبے کے لیے مخصوص اور محدود نہیں، اس کے مریض ہر جگہ موجود ہیں۔

یہ دراصل چمڑی روگ یعنی جلدی مرض ہے، اس کو بوجہ فساد خون اور زیادتی بلغم سمجھنا صحیح نہیں، ''قابل علاج'' ہونے کا یہ پیمانہ بھی غلط ہے کہ سفید داغ والے حصے پر سوئی چبھو کر دیکھیے، اگر سفید پانی نکلے تو سمجھ لینا چاہیے کہ مرض لاعلاج ہے لیکن اگر خون نکلے تو مرض قابل علاج ہے۔

واضح رہے کہ جب بھی سوئی چبھوئی جائے گی تب خون ہی نکلے گا، سفید پانی نکلنے کا تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، اسی طرح یہ نظریہ بھی غلط ہے کہ مچھلی کھا کر دودھ پی لینے سے یہ مرض ہو جاتا ہے، یا دودھ پی کر کوئی ترش چیز جیسے اچار، سرکہ، چٹنی کھانے سے بھی یہ مرض لاحق ہوتا ہے۔ جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے، یہ چمڑی روگ ہے اور ''میلے نن'' MEL-AIN جب جسم کے کسی مقام پر جلد سے کم ہونا شروع ہوتا ہے یا بالکل ہی غائب ہو جاتا ہے تو وہ مقام سفید ہو جاتا ہے۔

واضح رہے کہ میلے نن کی موجودگی سے ہی چمڑی کا رنگ کالا، سانولا یا گندمی ہوتا ہے، گرم ممالک کے باشندوں کی چمڑی، سرد ممالک میں رہنے والوں کی چمڑی کے برعکس کالی، سانولی یا گندمی ہوتی ہے، انسان کی چمڑی کا یہ رنگ ہی سورج کی کرنوں کی تمازت سے بچاتا ہے، گویا یہ رنگت ہی ایک طرح کی ڈھال ہے اور یہی وجہ ہے کہ برص کے مریض اگر تیز دھوپ میں زیادہ دیر تک چلتے پھرتے ہیں تو ان کے جسم کے سفید داغ والے حصے (بشرطیکہ دبیز کپڑے سے اچھی طرح ڈھکے ہوئے نہ ہوں) سرخ ہو جاتے ہیں، ان میں جلن ہونے لگتی ہے یہاں تک کہ چھالے بھی ہو سکتے ہیں۔

ٹھنڈے ممالک جیسے انگلینڈ، فرانس، ناروے، کناڈا، روس وغیرہ میں چونکہ سورج کی کرنیں سیدھی منعکس نہیں ہوتیں، برف باری وغیرہ کی وجہ سے گرمی نہیں ہوتی، سورج زیادہ تر بادلوں وغیرہ میں ''روپوش'' ہوتا ہے، اسی لیے ان ممالک کے باشندوں کا رنگ گورا اور سفید ہوتا ہے۔ درحقیقت ان ممالک کے باشندوں کی جلد (چمڑی) کو ''میلے نن کی ڈھال'' کی ضرورت ہی نہیں ہوتی، اس کے برعکس افریقی ممالک میں رہنے والوں کی جلد اسی میلے نن کی زیادتی کی وجہ سے ''پکے سیاہ رنگ'' کی ہوتی ہے، کیونکہ سورج کی شعاعیں ان ممالک میں سیدھی پڑتی ہیں، تمازت بھی اسی وجہ سے زیادہ ہوتی ہے۔

ان ممالک میں رہنے والوں کو، ظاہر ہے کہ میلے نن کی ''ڈھال'' کی ضرورت بھی شدید ہوتی ہے، اور ڈھال ہے ''میلے نن''، برص کے مرض میں میلے نن کی کمی ہو جائے یا بالکل ہی ختم ہو جانے کی وجوہات کیا ہیں؟ یہ ابھی تک حتمی طور پر واضح نہیں ہو سکتا ہے، لیکن اس پر Clinical Research کی جارہی ہے، امید ہے کہ آخر کار کامیابی مل جائے گی۔

ہم نے مریضوں کو، قدیم و جدید طبی کتابوں میں درج، نسخہ جات کے مطابق کھانے اور لگانے کی ادویہ خصوصی طور پر اپنی نگرانی میں تیار کروا کے استعمال کروائیں لیکن نتائج بیحد مایوس کن یعنی صفر ہی رہے۔

ایسے سینکڑوں نسخہ جات جو بہت ہی مجرب تصور کئے جاتے تھے، تجربات کی کسوٹی پر ''فیل'' ہو گئے۔ Clinical تجربات کا یہ سلسلہ ربع صدی (25 سال) سے زیادہ عرصے تک جاری رہا، اور آخر کار کھانے اور لگانے کی ادویہ کے نسخے مرتب کر لیے گئے، یہ نسخے سوفی صدی کامیاب ہیں، (بشرطیکہ مرض زیادہ پھیلا ہوا نہ ہو) ان کے اجزاء قدرے گراں ضرور ہیں، ترکیب تیاری بھی مشکل ہے، لیکن ہیں تیر بہدف، اگر پوری احتیاط اور مکمل طور پر پابندی کے ساتھ ان ادویہ کا استعمال کیا جائے تو مرض کا خاتمہ ہو جاتا ہے، غذا کے سلسلے میں بیحد ضروری ہے کہ بیسنی روٹی، دیسی گھی اور دالیں ہی استعمال کی جائیں، کھٹائی سے، دہی سے، چھاچھ سے اور اچار وغیرہ سے پوری طرح پرہیز کیا جائے، اور اعتماد و یقین کے ساتھ مکمل طور پر، فتحیاب ہونے تک، پابندی سے ادویہ کا استعمال جاری رکھا جائے۔ ان نسخوں کے خصوصی اجزاء ہیں، بوٹی اونداپھولی، کافورشمعی تخم نپواڑ، ہڑتال، سم الفار سفید، گیرو وغیرہ۔ یہ لگانے کی ادویہ کے خصوصی اجزاء ہیں۔

کھانے کی ادویہ دیگر اجزاء پر مشتمل ہوتی ہیں اور ہر جگہ بآسانی عطاروں اور پنساریوں کی دکانوں سے خریدے جا سکتے ہیں، یہ اجزاء، انجیر زردہ، کشتہ فولاد، شاہترہ، سرپھوکہ، منڈی، باپچی، پوست نیم، چاکسو، ہرن کھری، چرائتہ، کتھ، گیرو، موصلی، زرد چوب، تخم نیل، پاپڑہ، کلونجی، وغیرہ وغیرہ ہیں۔

ضروری ہدایات: ☆اجزاء خالص لیے جائیں ☆مرکب ادویہ کی تیاری تجربہ کار دواساز ہی کرے تو مناسب ہے ☆پرہیز پر خصوصی توجہ دی جائے ☆مریض دھوپ میں چلنے پھرنے سے احتراز کرے ☆دیسی گھی بقدر ہضم، روزانہ استعمال کرے ☆مکمل طور پر مرض کا ازالہ ہونے کے بعد ہی علاج بند کریں ☆چاول حتی الامکان کم کھائیں ☆پالک، لوکی، کی ترکاری مفید ہے ☆کچوڑی، پکوڑی، اچار وغیرہ قطعاً استعمال نہ کریں۔

☆☆

مرکزی جمعیت کی پریس ریلیز

فرانس میں گستاخانہ خاکہ بنانا اورفرانسیسی صدر کاان کی حمایت کرنا قابل نفریں ولائق مذمت

دہلی،۲۹/اکتوبر۲۰۲۰ء

عالمی پیمانے پراسلام دشمن طاقتیں ہراس حرکت واقدام کوجدیدیت کا جز اوراپنی حاسدانہ ذہنیت کے لیےتسکین کا سامان تصور کرتی ہیں جس سے مسلمانوں کو ذہنی تکلیف میں مبتلا کیا جاسکےاوراسلام کی امن وآشتی کی روح سے ناواقف ناعاقبت اندیش اورشدت جذبات سے مغلوب ہوجانے والے مسلمانوں کے ایک فرقہ کومشتعل کرکے اپنے ناپاک مقاصد کو بروئے کار لایا جاسکے۔فرانس میں گستاخانہ خاکہ بنایا جانا اورفرانسیسی صدر کی ان گستاخانہ خاکوں کی حمایت اور اس گھناؤنی حرکت کے مرتکبین کا دفاع اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔یہ حرکت اخلاق باختگی اورفکری دیوالیہ پن کا آخری درجہ ہے۔ دنیائے انسانیت کی سب سے عظیم ہستی اورسارے عالم کے لیے رحمت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی قابل نفریں جرم اورگھناؤنی سازش ہے۔اس کی جتنی بھی مذمت کی جائے کم ہے۔ نہ صرف پوری دنیا کے مسلمان بلکہ حقیقت پسند غیر مسلم بھی اس بدبختانہ عمل کی بھرپور مذمت کررہے ہیں اور اقوام عالم سے مطالبہ کررہے ہیں کہ آزادی رائے کا بہانہ بناکراس طرح کے دلخراش اقدامات کرنے والوں پرفوری قدغن لگائے اور مذہبی شخصیات نیز مسلمہ انسانی اقدار وروایات کے خلاف حرف گیری ولب کشائی کرنے والوں کولگام لگانے کے لیے اصول وضوابط طے کیے جائیں۔ ان خیالات وجذبات کا اظہار مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی نے مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند سے جاری ایک پریس ریلیز میں کیا۔

پریس ریلیز کے مطابق امیر محترم نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی سے کسی مسلمان کا مغموم ودل گرفتہ ہونا ایک فطری امر اورمحبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تقاضا ہے۔لیکن اس طرح کی دریدہ ذہنی اور لائق صد مذمت امر کے خلاف مشتعل ہوکر آپے سے باہر ہونا قرین مصلحت نہیں ہے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ صبر وضبط کا مظاہرہ کریں اورفرانس کے صدر کے خلاف امن پسندانہ مطالبہ جاری رکھیں تا آنکہ وہ اس گھناؤنے فعل کے لیے معافی مانگیں۔

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی کوصدمہ

دہلی:۳۱/اکتوبر۲۰۲۰ء

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے امیر مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی کے اخبار کے نام جاری ایک بیان کے مطابق مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے کارکن ومیڈیا کوآرڈینیٹر ڈاکٹر محمد شیث ادریس تیمی کے والد محترم کا آج دس بجے صبح وطن مالوف کرہٹیا، دربھنگہ، بہار میں اچانک بعمر تقریباً ۹۰ سال انتقال ہوگیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون.

موصوف ان دنوں صحت مند تھے اوربصحت وسلامتی اہل خانہ پر ان کا سایۂ عاطفت ایک نعمت وسعادت اور باعث اطمینان وسکون تھا۔ پیرانہ سالی کی وجہ سے قویٰ میں اضمحلال اورجسمانی کمزوری لاحق تھی۔صبح اچانک طبیعت بگڑی اور جانبر نہ ہوسکے اور مولائے حقیقی سے جاملے۔آپ نہایت خلیق، ملنسار، پابند صوم وصلوۃ اورنیک سیرت انسان تھے۔آپ نے اولاد کی دینی انداز میں بہترین تعلیم وتربیت کا فریضہ انجام دیا۔ نیز غریبوں، محتاجوں کے ساتھ بے حد ہمدردانہ سلوک اوران کی حتی المقدور مدد بھی کرتے تھے۔وہ ایک مہمان نواز اورعلماء کے بڑے قدرداں، مہمان ومسافر نواز اوررشتہ وناطہ کا خصوصی خیال رکھنے والے مومن تھے۔نورانی چہرہ پاکیزہ اخلاق کے ساتھ نیک دل اوربھلے انسان تھے ہر ملنے والا ان کے حسن اخلاق اورنرم خوئی اورملنساری سے متاثر ہوتا تھا۔ میں نے ذاتی طورپر ان سے کئی ملاقاتیں کی تھیں۔ وہ آج کل کی دنیا کے بہت سے جھمیلوں اور جھنجھٹوں سے کافی دور تھے۔ڈاکٹر شیث ادریس تیمی کی تعلیم جامعہ امام ابن تیمیہ چندن بارہ، بہار وغیرہ جیسے خالص دینی اداروں میں دلائی وہ عالم فاضل بنے اورعصری یونیورسٹیوں جامعہ ملیہ اسلامیہ سے گریجویشن وماسٹر ڈگری اور دہلی یونیورسٹی سے ایم فل اور ڈاکٹریٹ کی ڈگری ممتاز درجات سے حاصل کی۔آپ کئی کتابوں کے مؤلف اوراچھے قلمکار اور ہرفن مولا آدمی ہیں عربی میں اچھی صلاحیت کے مالک ہونے کے ساتھ اردوادب وانشاء اورتقریر وتحریر میں بہترین دستگاہ ومہارت رکھتے ہیں۔ یہ سب والدین کی دعاؤں، بہترین تربیت، اوراساتذہ کی محنت واخلاص اور ارشادات کا نتیجہ ہے۔ ان کے صاحبزادگان میں دیگر پانچوں برادران بھی این خانہ ہمہ آفتاب است کے مصداق ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو مرحوم کے لئے صدقہ جاریہ بنائے۔

غم واندوہ کی اس گھڑی میں مولانا اصغر علی امام مہدی سلفی امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، مولانا محمد ہارون سنابلی ناظم عمومی، الحاج وکیل پرویز ناظم مالیات اور دیگر جملہ ذمہ داران، کارکنان جمعیت پسماندگان کے غم میں برابر کے شریک ہیں اور دعاگو ہیں کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور جنۃ الفردوس میں جگہ دے نیز پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق بخشے۔آمین

پسماندگان میں چھ بیٹے محمد علقمہ، مولانا عبدالعلام، حافظ محمد ابوشحمہ صدر ضلع اوقاف کمیٹی دربھنگہ، ڈاکٹر محمد شیث تیمی، ماسٹر محمد حنظلہ تیمی اورانجینئر محمد جنید، چار بیٹیاں، پوتے پوتیاں اورنواسے ونواسیاں ہیں جوان کی دینی وعلمی تربیت کے نشان ہیں، کل صبح تدفین عمل میں آئیگی۔ ☆☆

اعلان داخلہ

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کے زیر اہتمام اہل حدیث کمپلیکس اوکھلائی دہلی میں قائم اعلیٰ تعلیمی وتربیتی ادارہ

''المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں نئے تعلیمی کلینڈر (۲۰۲۰-۲۰۲۱) کے مطابق امسال نئے سیشن کے لئے

داخلے جاری ہیں

ملک میں مدارس وجامعات اور تعلیمی اداروں کے کھلتے ہی

''المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة'' میں تعلیم شروع ہوجائے گی۔ ان شاءاللہ

شرائط داخلہ:

● امیدوار کسی معتبر سلفی ادارہ سے فارغ التحصیل ہو۔ ● دین کی خدمت اور دعوت کا جذبہ فراواں رکھتا ہو۔ ● آخری سال میں امتیازی نمبرات حاصل کیے ہوں۔ ● فراغت پر دوسال سے زیادہ کی مدت نہ گزری ہو۔ ● جس ادارہ سے فارغ ہو اس سے امیدوار کے حسن السیر ۃ والسلوک پر کم ازکم دو اساتذہ کی تصدیق ہو۔ ● اسلامی وضع قطع کا پابند ہو ● الیکشن آئی کارڈ یا آدھار کارڈ یافتہ ہو ● مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کی کسی ذیلی جمعیت کی طرف سے سفارش کی گئی ہو۔ ● تحریری وتقریری امتحان میں کامیابی کے بعد ہی داخلہ لیا جائے گا۔ داخلہ کے لیے اصل اسناد پیش کرنا ضروری ہے۔

خصوصیات:

● خوشگوار ماحول میں عمدہ تعلیم۔ ● دعوت وافتاء کی عملی مشق۔ ● مقالات وبحوث لکھنے کی تربیت۔ ● انگریزی اور کمپیوٹر کی تعلیم کا معقول بندوبست ● علیحدہ کشادہ کمپیوٹر لیب ● ماہر اساتذہ کی ایک ٹیم۔ ● وقتاً فوقتاً جدید موضوعات پر ماہرین کے توسیعی خطبات۔ ● ہر طالب علم کو ماہانہ وظیفہ ● بہترین رہائشی انتظامات ● ڈائننگ ہال میں کھانے کا نظم۔ ● مطالعہ کے لیے لائبریری جس میں مصادر ومراجع کی کتابیں کثیر تعداد میں موجود ہیں۔ ● کھیل کود کے لیے وسیع میدان۔

داخلہ کے خواہش مند فضلاء اپنی درخواست مع تصدیقات و نقول اسناد درج ذیل پتہ پر ارسال کریں اور داخلہ امتحان کی تاریخ کا انتظار کریں۔

المعهد العالی للتخصص فی الدراسات الاسلامیة

اہل حدیث کمپلیکس، ڈی۔۲۵۴، ابوالفضل انکلیو، جامعہ نگر، نئی دہلی۔۲۵

فون نمبر:۔ 011-26946205, 23273407، موبائل: 09560841844, 9213172981

شعبۂ تعلیم و تربیت: مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند

خوشخبری　　　　　　　　　　　　　　　　خوشخبری

مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند کا

کلینڈر 2021

جاذبِ نظر، خوشنما، ہر صفحہ اسلامی تعلیمات سے مزین، قابل دید

قرآنی آیات سے آراستہ اور اہم معلومات سے پُر کلینڈر

چھپ کر منظر عام پر آچکا ہے۔

اپنا آرڈر بک کرائیں۔

مکتبہ ترجمان

Ahle Hadees Manzil 4116, Urdu Bazar
Jama Masjid, Delhi-110006

Markazi Jamiat Ahle Hadees Hind

A/c: 629201058685

ICICI Bank (Chandni Chowk Branch)
RTGS/NEFT IFSC Code-ICIC0006292
Ph:011-23273407,Fax:011-23246613
Mob: 9810162108,9560547230,9899152690